



جامعۃ اہل السنۃ والجماعۃ
کاترجمان

ماہنامہ دارالتقویٰ

جمادی الاول ۱۴۴۲ھ / جنوری ۲۰۲۱ء

اساتذہ کو قیمتی نصائح

نکاح کے لئے لڑکی کی تلاش کے لئے شرعی ہدایات

عفو و درگزر اور تحمل و برداشت

تھکامسافر

چالیس روزہ دینی و اخلاقی

تربیتی کورس

چھپ کر
آچکی ہے

فقہی مسائل

عقائد

آداب معاشرت

اخلاقیات

برائے رابطہ: 0304-4167581



ہمارا مشن عالم کی روشنی کو بر گھرتک پہنچانا

جامعہ دارالتقویٰ کی مطبوعات

قیمت

کتب

120

دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار

10

دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار (پاکٹ سائز)

40

مسنون حج و عمرہ

40

مسنون عمرہ

20

صبح و شام کے مسنون اذکار

30

چہل حدیث

رہنمائے رمضان

اعتکاف (فضائل و مسائل)

قربانی (فضائل و مسائل)

20

موبائل فون کے بارے میں چند مسائل

20

رکوع سجدہ سے معذور شخص کیلئے نماز پڑھنے کا طریقہ

500

اشاعت خاص حاجی عبدالواہب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت خاص حضرت مولانا جمشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت خاص حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تعلیم و تربیت

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتقویٰ لاہور 0304-4167581

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعا حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 10 جمادی الاول 1442ھ -- جنوری 2021ء شماره 5

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

مجلس مشاورت

مفتی محمد اسامہ
مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

زیر سرپرستی

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر مسئول

مولانا عبدالودود ربانی

Email Address

Monthlydarulataqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۴۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۴۸۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ متصل جامع مسجد الہلال چو برجی پارک لاہور

فون نمبر: 03005553616 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مئی آرڈر کریں

بینک اکاؤنٹ نمبر

1001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی برانچ کوڈ 159 (مسلم کرشل بینک)

مقام اشاعت

متصل جامع مسجد الہلال

چو برجی پارک لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

جنوری 2021ء

فہرست

حرف اولین

مرگ ناگہاں ————— مولانا عبد الودود ربانی ————— 5

درس قرآن

مختلف طریقوں سے آزمائش ہوگی ————— مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ ————— 10

مقالات و مضامین

اساتذہ کو قیمتی نصائح ————— مولانا سلیم اللہ خان ————— 15

نکاح کے لئے لڑکی کی تلاش کے لئے شرعی ہدایات ————— مفتی راشد ڈسکوی ————— 19

عنف و درگزر اور تحمل و برداشت ————— مولانا نعمان نعیم ————— 31

افسوس ناک رویہ ————— مولانا طلحہ رحمانی ————— 35

تذکرہ اسلاف

مفتی زر ولی خان ————— حبیب حسین ————— 39

تھکا مسافر ————— عزیز الرحمن عظیمی ————— 42

سفر نامہ

جہان دیدہ ————— مفتی تقی عثمانی صاحب ————— 45

سوانح

سوانح حضرت حاجی عبد الوہاب صاحبؒ ————— مولانا ذوالکفل ————— 50

تبصرہ کتب

تصانیف حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب ————— مفتی شعیب احمد ————— 55

دارالافتاء و تحقیق

آپ کے مسائل کا حل ————— 61

حرف اولین

مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

”کل نفس ذائقۃ الموت“ ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا دارِ فانی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے سردار سید المرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستی کو بھی موت کا پیالہ پینا پڑا، جو اس دنیا میں آیا ہے اسے بہر حال جانا ہے یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں، مگر ان جانے والوں میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے جانے کا غم لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ محسوس کرتے ہیں، کسی بھی اللہ والے اور اہل علم کی رحلت ہر کلمہ گو کے لئے دکھ اور غم کا باعث ہوتی ہے، کیونکہ علماء کسی بھی معاشرے کا حسن اور وقار ہوتے ہیں۔

علماء کا وجود معاشروں کے لیے اس اعتبار سے انتہائی ضروری ہے کہ عوام الناس ان سے شرعی دینی سماجی و معاشرتی معاملات میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور ان کے خطبات، دروس، مجالس اور تحریروں کے ذریعے اپنے عقائد، نظریات اور اعمال کی اصلاح کرتے ہیں، علمائے کرام کے کثرت انتقال سے انسان نہیں، بلکہ علم بھی اٹھ رہا ہے، جید علماء کی رفاقت یقیناً دین و دنیا کی بہتری کا ذریعہ ہوتی ہے اسی طرح کسی بھی عالم باعمل کی رحلت یقیناً کسی سانحہ سے کم نہیں ہوتی، اس کی وفات سے پیدا ہو جانے والا خلا مدتوں پر نہیں ہوتا اور انسان تا دیر معاشرے میں ان کی کمی کو محسوس کرتا ہے، ایسی خوش نصیب ہستیوں کا جانا خود ان کے لیے تو یوم عید مگر پس ماندگان اور امت کے لیے حسرت و فغاں اور حزن و ملال کا باعث ہوتا ہے، اس وقت حال یہ ہے کہ اہل اللہ کی جماعتِ رحمتِ سفر باندھ کر یکے بعد دیگرے کوچ کر رہی ہے۔

ان بزرگوں کی رحلت سے مجھ جیسے طالب علم سے لے کر بڑے بڑے جبال العلم علماء بھی خود کو یتیم تصور کرنے لگے ہیں، ہر آنکھ اشک بار ہے اور دل غمزہ۔

برصغیر پاک و ہند کے لئے 2020 سخت اذیت کا سال رہا ہے اسے اگر علماء اور بزرگان دین کی وفات کے حوالے سے ”عام الحزن“ یعنی غم کا سال قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، ایسی ایسی نابغہ روزگار علمی شخصیات داغ مفارقت دے گئی ہیں جنہوں نے کئی دہائیوں تک علوم قرآن و حدیث کی خدمت کی، دنیا جن کی خدمات کی معترف ہے اور ایک جہان ان کی تصنیفات و تالیفات سے قیامت کی صبح تک استفادہ کرتا رہے گا، عوام کی ایک بڑی تعداد ہر دور میں پختہ علماء اور آئمہ کے ساتھ وابستہ رہی اور ان کے دروس و خطبات تالیفات و تصنیفات اور وعظ و نصیحت سے براہ راست اور بالواسطہ استفادہ کرتی رہی ہے اور آج بھی کر رہی ہے، اہل اللہ اور سنجیدہ علماء کرام کے ساتھ تعلق ہونا دین سے محبت رکھنے والے ہر باشعور شخص کے لیے باعث عزت و افتخار اور دین میں بڑھوتری اور اضافے کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ کہ آج دین سے محبت رکھنے والا ہر شخص پے در پے بزرگان دین اور نامور علماء کی وفات حسرت یاس پر افسردہ ہے، یقیناً علمائے حق کا تسبیح کے دانوں کی طرح ایک ایک کر کے اٹھنا جہاں ایک طرف قیامت کی علامات میں سے ہے وہیں علم کے اٹھ جانے کی طرف بھی اشارہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے سنن ترمذی میں ایک حدیث مذکور ہے:

”إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اُسے لوگوں کے سینوں سے کھینچ لے، لیکن وہ علم کو علماء کی وفات کے ذریعے اٹھائے گا۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا: یہ علم کے اٹھ جانے کا وقت ہے۔ اس پر ایک انصاری بول پڑے علم کیسے اٹھ سکتا ہے جب کہ کتاب اللہ ہمارے ہاتھ میں موجود ہے اور ہم اپنے بچوں اور عورتوں تک کو اس کی تعلیم دے چکے ہیں؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تو تجھے مدینے کے داناؤں میں خیال کرتا تھا، پھر اہل کتاب کا ذکر فرمایا، جو کتاب اللہ کی موجودگی میں گمراہ ہو

گئے۔ حضرت شداد بن اوس نے اس روایت کی تصدیق کی اور فرمایا۔ تم جانتے ہو، علم کے اٹھ جانے کا مطلب کیا ہے؟ علم کا اٹھ جانا، اہل علم کا مرکھپ جانا ہے۔ تمہیں معلوم ہے، کون سا علم سب سے پہلے اٹھے گا؟ وہ علم، خشوع ہے حتیٰ کہ کسی آدمی میں خشوع نہ پاؤ گے۔“

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ حسرت سے فرمایا کرتے تھے ”یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تمہارے علماء اٹھ جاتے ہیں اور تمہارے جہلاء علم حاصل نہیں کرتے، لوگو! علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ وہ اٹھالیا جائے، علم کا اٹھ جانا، اہل علم کا مٹ جانا ہے، یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تم اس چیز کے پیچھے پڑے ہو، جو تمہیں ضرور ملے گی (یعنی رزق) اور اس چیز سے بے فکر ہو، جس کی تحصیل تم پر واجب ہے (یعنی علم) میں تمہارے شریروں کو اس سے کہیں زیادہ پہچانتا ہوں، جتنا سلوٹری گھوڑوں کو پہچانتا ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کا استقبال پیٹھ موڑ کر کرتے ہیں اور قرآن کان بند کر کے سنتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگلے چلے جائیں اور پچھلے علم نہ سیکھیں۔ اگر عالم مزید علم حاصل کریں، تو ان کا علم بڑھ جائے گا اور خود علم میں ذرا کمی نہ پڑے گی اور اگر جاہل علم طلب کریں، تو علم کو اپنے لیے ہموار پائیں گے۔ یہ کیا ہے کہ میں تمہیں کھانوں سے لبریز اور علم سے خالی دیکھتا ہوں؟“

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے: ”علم کو اس کے قبض ہو جانے سے پہلے سیکھ لو، علم کا قبض ہونا، اہل علم کا اٹھ جانا ہے۔ حسن بصری کہا کرتے تھے عالم کی موت سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے کہ گردش لیل و نہار بھی اسے پر نہیں کر سکتی۔“ حضرت سعید بن جبیرؓ سے پوچھا گیا قیامت کے آنے اور مخلوق کے برباد ہو جانے کی علامت کیا ہے؟ جواب دیا۔ ”علماء کا اٹھ جانا۔“

قارئین! علمائے کرام کا تیزی سے آخرت کے سفر پر روانہ ہونے کا سلسلہ جاری ہے، جو مسلمانوں کے لئے سانحے سے کم نہیں ہے کہ ایک سال میں کئی ممتاز شخصیات اٹھ گئیں، ہمیں چاہئے کہ ان کی زندگی میں ان کی قدر کریں ورنہ ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انبیاء کی میراث جو ان کے پاس ہے اسے حاصل کریں، اللہ علماء اور بزرگوں کی حفاظت فرمائے اور ان سے استفادہ کا موقع اور توفیق دے اور اس سرزمین کے اس علمی و دینی نقصان کی تلافی فرمائے۔ اور جانے والوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

جنوری 2020 سے اب تک برصغیر پاک و ہند کے جو کبار علمائے کرام و بزرگان دین اس دنیا

فانی سے رحلت فرما گئے ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی

مولانا غلام نبی صاحب کشمیریؒ استاذ الحدیث وقف دارالعلوم دیوبند، استاذ المفسرین صاحب جمالیین علامہ جمال الدینؒ (تلمیذ خاص مولانا حسین احمد مدنی)، شیخ طریقت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ، فکرنانوتوی کے امین رئیس الحدیث شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالپوریؒ، حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود پٹی ایچ ڈی لندن، معروف خطیب مولانا عبید الرحمن ضیاء آف کمالیہ، حضرت مولانا راشد پالپوریؒ، دارالعلوم کراچی کے قدیم استاذ حضرت مولانا حکیم عزیز الرحمنؒ، حضرت صوفی ڈاکٹر عبدالمقیمؒ ناظم یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر، پیر طریقت حضرت خواجہ عزیز احمد بہلویؒ، جامعہ نظامیہ بہاول پور کے بانی مہتمم مولانا ثمن الدین انصاریؒ، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد نعیمؒ بانی و رئیس جامعہ بنوریہ کراچی، جامعہ دارالعلوم زکریا اسلام آباد کے صدر مولانا عزیز الرحمن ہزارویؒ، یادگار اسلاف قبلہ پیر سید صادق حسین شاہؒ راولپنڈی، مانسہرہ کی مشہور علمی شخصیت مولانا شاہ عبدالعزیز شاہ، جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا فدا الرحمن درخواسیؒ، حافظ صغیر احمدؒ لاہور، مصنف جامع الوظائف علامہ محمد ارشد حسن ثاقب لاہور، قاری محمد انورؒ مہتمم جامعہ ربانیہ ٹوبہ، مولانا سراج الدینؒ شیخ الحدیث جامعہ ربانیہ ٹوبہ، مولانا منظور احمدؒ صاحب استاذ حدیث جامعہ خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان شہیدؒ مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم چشتیؒ، حضرت مولانا ابن الحسن عباسیؒ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خانؒ نور اللہ مرقدہم۔

علامہ شوش کاشمیریؒ نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کی قبر پر کھڑے ہو کر چند اشعار پڑھے تھے جو نہایت ہی مختصر عرصے میں اس قدر کثیر تعداد میں علمائے کرام کے انتقال پر بے ساختہ یاد آگئے اور عین حسب حال معلوم ہو رہے ہیں۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے، کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
 زمین کی رونق چلی گئی ہے، اُفتق پہ مہر مبین نہیں ہے
 تری جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
 مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

کئی دماغوں کا ایک انساں، میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے؟
 قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے، زباں کا زور بیاں گیا ہے
 اتر گئے منزلوں کے چہرے، امیر کیا؟ کارواں گیا ہے
 مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے!
 یہ کون اٹھا کہ دیرو کعبہ شکستہ دل، خستہ گام پہنچے
 جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے، عوام پہنچے
 تری لحد پہ خدا کی رحمت، تری لحد کو سلام پہنچے
 مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے
 اگرچہ حالات کا سفینہ اسیر گرداب ہو چکا ہے
 اگرچہ منجد ہار کے تھپیڑوں سے قافلہ ہوش کھو چکا ہے
 اگرچہ قدرت کا ایک شہکار آخری نیند سوچا ہے
 مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

ادارہ ان تمام بزرگان دین اور اکابر علمائے کرام کے انتقال پر انتہائی رنجیدہ ہے اور ان کے معتقدین متوسلین
 محبین اور پس ماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور تمام حضرات و خواتین علمائے کرام اور ارباب مدارس و مساجد و مراکز
 اور خانقاہوں سے درخواست کرتا ہے کہ ان وفات یا فتنگان بزرگوں کے لئے خصوصی دعائے مغفرت و رفع درجات
 و ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ امت کو ان اکابرین کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے اور ہمارے علماء
 و بزرگ جو حیات ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے اور ان کی زندگیوں میں بے شمار برکتیں عطا فرمائے اور ہمیں
 ان سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق دے اور ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر فرمائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

مختلف طریقوں سے آزمائش ہوگی

مفتی عاشق الہی بلند شہریؒ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ
مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ

ترجمہ:

اور ضرور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں میں اور جانوں اور سچلوں میں کمی کر کے، اور خوشخبری سنا دیجیے صبر کرنے والوں کو۔

تفسیر:

یہ دنیا دار الالباء اور دار الامتحان ہے۔ موت اور حیات کی تخلیق ہی ابتلاء اور امتحان کے لیے

ہے۔ جیسا کہ سورۃ ملک میں فرمایا

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

(بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں پورا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے

پیدا فرمایا موت کو اور زندگی کو تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں کون عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔) سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں فرمایا (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ) (اور البتہ ہم تم کو ضرور جانچیں گے تاکہ معلوم کر لیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور جو صبر کرنے والے ہیں اور تاکہ ہم جانچ لیں تمہاری خبریں)۔

مذکورہ بالا آیت میں بھی ابتلاء و امتحان کا ذکر فرمایا اور لام تاکید اور نون ثقیلہ کے ساتھ موکد کر کے فرمایا کہ ہم تم کو ضرور جانچ میں ڈالیں گے اور امتحان کریں گے۔ کبھی خوف ہوگا۔ کبھی بھوک سے دوچار ہوں گے۔ مال کم ہوگا، جانیں بھی کم ہوں گی۔ اعزاء و اقرباء اولاد اور احباب فوت ہوں گے پھلوں میں کمی ہوگی اس میں تمام امہات المصائب کا تذکرہ آ گیا، دنیا میں دشمنوں کا خوف قحط سالی، سیلاب اور زلزلے، تجارتوں میں نقصان، مکانات کا گر جانا۔ اموال کا چوری ہونا، کہیں دفن کر کے بھول جانا۔ رکھے ہوئے مالوں کا تلف ہو جانا۔ کارخانوں کا بند ہو جانا۔ مشینوں کا خراب ہو جانا، بجلی کا بند ہو جانا، اعزہ و اقربا اور احباب کی موتیں ہونا، وبائی امراض کا پھیل جانا۔ باغوں میں پھل کا آنا یا بہت زیادہ پھل آ کر آندھی سے گر جانا۔ کھیتوں میں کیڑا لگ جانا ٹڈی آ جانا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب امور کی طرف اشارہ ہو گیا۔

مومن بندے صبر سے کام لیتے ہیں جس طرح کی بھی کوئی مصیبت درپیش ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں اور اللہ کی قضا و قدر پر راضی رہتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں جو مصیبتیں درپیش ہوتی ہیں وہ گناہوں کی سزا کے طور پر بھی پیش آتی ہیں اور کفارہ سینات کے لیے بھی ہوتی ہیں۔ امتحان کے لیے بھی ہوتی ہیں اور رفع درجات کے لیے بھی قرآن مجید سے اور احادیث شریفہ سے یہ باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔

مومن بندوں کو مصائب کا فائدہ:

سورہ نساء میں فرمایا (مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهِ) (جو شخص بھی کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا) تفسیر اور حدیث کی کتابوں میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کیا اب کامیابی کی صورت ہے جبکہ ہر بدی کا بدلہ ملنا ضروری ہے آپ نے فرمایا اے ابو بکر اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ کیا تم مریض نہیں ہوتے ہو، کیا تمہیں تکلیف نہیں پہنچتی۔ کیا

تم رنجیدہ نہیں ہوتے، کیا تم کو کوئی مصیبت درپیش نہیں ہوتی عرض کیا ہاں یہ چیزیں تو پیش آتی ہیں، آپ نے فرمایا ان چیزوں کے ذریعہ گناہوں کا بدلہ ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے ابو بکر تم اور تمہارے اصحاب مومنین دنیا میں گناہوں کا بدلہ پالیں گے یہاں تک کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کریں گے کہ کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔ لیکن دوسرے لوگ (یعنی کافر) ان کے سب گناہ جمع کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان سب کی سزا ان کو قیامت کے دن ملے گی۔ (ابن کثیر ص ۵۵۷-۵۵۸ ج ۱)

سورۃ شوریٰ میں فرمایا

(وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ)

(اور جو کوئی مصیبت تم کو پہنچے سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور اللہ معاف

فرمادیتا ہے بہت سے گناہ)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس کسی بندے کو کوئی تھوڑی یا زیادہ تکلیف پہنچتی ہے وہ گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں وہ بہت زیادہ ہے۔ پھر آپ نے آیت کریمہ

(وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ)

تلاوت فرمائی۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا

ارادہ فرماتے ہیں اسے تکلیف میں مبتلا فرمادیتے ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۸۴۳ ج ۲)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ جب بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی درجہ مقرر کر دیا گیا جس درجہ میں وہ اپنے عمل کی وجہ سے نہ پہنچ سکتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جسم یا مال میں یا اولاد میں (تکلیفوں کے ساتھ) مبتلا فرمادیتے ہیں پھر اس پر اس کو صبر دے دیتے ہیں یہاں تک کہ اسے اسی درجہ میں پہنچادیتے ہیں جو پہلے سے اس کے لیے طے فرمادیا تھا۔

(رواہ احمد والبوداؤد کمافی المشکوٰۃ ص ۱۳۷)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی کوئی تکلیف، مرض، فکر، رنج، اذیت غم پہنچ جائے یہاں تک کہ اگر کاٹنا بھی لگ جائے تو اللہ تعالیٰ شانہ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کا کفارہ فرمادیتے ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۴۳ ج ۲)

ام السائب ایک صحابیہ تھیں۔ آنحضرت سرور عالم ان کے پاس تشریف لے گئے وہ کپکپا رہی تھیں آپ نے فرمایا کیا بات ہے کیوں کپکپا رہی ہو؟ انہوں نے کہا اس کا برا ہو بخار چڑھ گیا۔ آپ نے فرمایا بخار کو برا نہ کہو کیونکہ وہ بنی آدم کی خطاؤں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔ (صحیح مسلم ص ۳۱۹ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دنیا ہی میں سزا دے دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہوں کی سزا کو روک رکھتے ہیں یہاں تک کہ اس کو قیامت کے دن پوری سزا دے دیں گے۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الزہد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن مرد اور مومن عورت کو جان مال اور اولاد میں برابر تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریگا کہ اس کا کوئی گناہ بھی باقی نہ رہا ہوگا۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الزہد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی بھی مسلمان کے تین بچے فوت ہو گئے ہوں جو بالغ نہیں ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر رحمت فرمانے کی وجہ سے اس مسلمان کو (یعنی ان کے والدین کو) جنت میں داخل فرمادیں گے۔ (بخاری ص ۱۶۷ ج ۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ عورتیں جمع ہوئیں۔ آنحضرت نے ان کے سامنے وعظ و نصیحت کی باتیں فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ جس کسی کے تین بچے فوت ہو گئے وہ اس کے لیے دوزخ سے بچانے کے لیے آڑ بن جائیں گے ایک عورت نے کہا کہ اگر کسی کے دو بچے فوت ہوئے ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کے دو بچے فوت ہوئے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے (بخاری ص ۱۶۷ ج ۱)

۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ دو مسلمان (میاں بیوی) جن کے تین بچے فوت ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمادے گا اپنی رحمت اور فضل سے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دو بچے فوت ہوئے ہوں؟ فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے عرض کیا اگر ایک بچہ فوت ہوا ہو۔ فرمایا ایک کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ ادھورا بچہ اپنی ماں کو اپنی ناف کے ذریعہ کھینچتا ہوا لے جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ اگر اس کی ماں نے اس کی موت پر ثواب کی پختہ امید رکھی ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۳)

مومن بندوں کے لیے تکالیف اور مصائب کوئی گھبرانے اور پریشان ہونے کی چیزیں نہیں ہیں۔ یہ تو اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ فانی دنیا میں تھوڑی بہت تکلیفیں پہنچ گئیں اور آخرت کے مواخذہ سے بچ گیا اور وہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہو گیا تو اس کے حق میں یہ سراسر بہتر ہی بہتر ہے۔ اور نفع کا سودا ہے بس صبر کرے۔ ثواب کی امید رکھے۔ اللہ کی قضا اور قدر پر راضی رہے۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ مصیبت اور تکلیف دور ہونے کی دعا نہ کرے کیونکہ دعا بھی سنت ہے اور ہمیشہ اللہ سے عافیت کا سوال کرے مصیبت تکلیف اور مرض کا سوال بھی نہ کرے، آجائے تو صبر کرے۔



اساتذہ کو قیمتی نصائح

مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ

ضبط و تحریر: ابو عکاشہ مفتی ثناء اللہ خان

حضرت شیخ کا بھی یہ معمول رہا کہ سال کے مختلف اوقات میں حضرات اساتذہ کرام کو قیمتی نصائح اور ہدایات دیتے، جس کی وجہ سے دلوں سے سُستی اور غفلت دور ہو جاتی اور ایک نئی طاقت مل جاتی، اسی طرح حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب دامت برکاتہم کی بھی اساتذہ کرام کے ساتھ تعلیمی اور انتظامی امور سے متعلق مجالس ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مستقل اصلاحی مجالس بھی ہوتی ہیں، جس سے حضرات اساتذہ کرام بہت فائدہ محسوس کرتے ہیں اور ان اصلاحی مجالس کی بدولت اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ ہوتی رہتی ہے، جو افادہ عام کے لیے نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

7 / رجب 1438ھ / 5 / اپریل 2017ء بروز جمعرات حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب

دامت برکاتہم کی اساتذہ کرام کے ساتھ سال کی اختتامی طویل مجلس منعقد ہوئی، جس میں حضرت دامت برکاتہم نے ہماری اصلاح کے لیے بھی بہت قیمتی نصائح ارشاد فرمائے، جو ہر عالم اور خصوصاً حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والے کے لیے تریاق ثابت ہوں گے۔

فرمایا: ہمیں سوچنا چاہیے کہ مدرسے کی وضع کس لیے ہوئی، یہاں ہندوستان میں مسلمان حکم ران تھے، مغل خاندان اور اس زمانے میں ایک نصاب تھا، شروع میں دینیات پڑھائے جاتے تھے اور آگے چل کر طب کا الگ مرحلہ تھا، جس کو آج کل ڈاکٹری کہتے ہیں، مہندس کا الگ شعبہ تھا، جس کو آج کل انجینئرنگ کہتے ہیں، وغیرہ وغیرہ اور اس زمانے میں جو انجینئرز اور ڈاکٹرز ہوتے تھے، آج کے انجینئرز اور ڈاکٹرز

اس درجے تک نہیں پہنچے۔ ہم ایک دفعہ یہاں سے نظام الدین گئے، تو اگرچہ تبلیغ میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں، لیکن حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے لیے ایک جماعت بنائی اور ان سے فرمایا کہ انہیں دہلی گھماؤ، چناں چہ ہم دہلی گھومے، اسی طرح اور بہت سی جگہیں، تو ہم تاج محل بھی گئے، تاج محل ہم نے دیکھا، ہمیں اس پر حیرت ہوئی کہ چار مینار ہیں، بیچ میں قبر بنی ہوئی ہے، تو اس میں کون سی بڑی بات ہے کہ اس کی وجہ سے یہ پوری دنیا کا ساتواں عجوبہ شمار ہوتا ہے اور دنیا والے اس کو تسلیم کرتے ہیں، چناں چہ ہم نے گائیڈ سے پوچھا، تو اس نے کہا کہ غور سے دیکھو! ہم نے پھر دیکھا، ہمیں سمجھ میں نہیں آیا، تو اس نے بتایا کہ دراصل یہ جو چار مینار بنے ہوئے ہیں یہ اس انداز سے بنائے گئے ہیں کہ آپ جس زاویے سے بھی کھڑے ہو جائیں یہ مینار ایک دوسرے کے سامنے نہیں آتے۔

چناں چہ اس کے بعد ہم نے بھی کوشش کی اور دو ڈھائی گھنٹے لگ گئے، لیکن ایک مینار کے سامنے دوسرا مینار نہیں آتا تھا، پھر بتایا کہ یہ جو قبریں بنی ہوئی ہیں، یہ ترکی وغیرہ سے آئے ہوئے انجینئروں کی ہیں، جو اس عقدے کو حل کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور ان کی زندگیاں ختم ہو گئیں، لیکن اس کو حل نہیں کر سکے۔ اسی طرح ڈاکٹری وغیرہ کا حال تھا۔ انگریز جب آیا، اس نے جس طرح ملک پر قبضہ کیا اسی طرح اس نے مسلمانوں کے مذہب پر حملے کیے، ہندو سے اس کو کوئی خطرہ نہیں تھا، مسلمان اور اسلام اس کے لیے خطرہ تھے، چناں چہ اس نے مسلمانوں اور اسلام کو ختم کرنے کے لیے ظلم کے پہاڑ ڈھائے، ہزاروں علماء کو سولی پر لٹکایا۔ میں نے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں پڑھا کہ میں نے تھانہ بھون میں اس درخت کو دیکھا ہے جس پر انگریز، علماء کو سولی پر لٹکاتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ تھانہ بھون خانقاہ کے متولی، حضرت مولانا نجم الحسن صاحب دامت برکاتہم سے یہاں جامعہ فاروقیہ میں جب وہ تشریف لائے تھے، یہ سوال کیا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، وہ یہاں تھانہ بھون میں ہوتے تھے، تو دارالعلوم تھانہ بھون کے بجائے دیوبند میں کیوں بنایا گیا؟ حضرت مولانا نجم الحسن صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ دراصل اس زمانے میں جب دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی، یہاں تھانہ بھون میں ہر درخت پر کسی عالم کو سولی پر لٹکایا گیا اور اس کی نعش کو اتارنے

کی اجازت نہیں ہوتی تھی، مہینوں وہ نعرش لگی رہتی، جس کی وجہ سے لوگوں میں بہت خوف و ہراس پایا جاتا تھا، اس لیے دارالعلوم کی بنیاد دیوبند میں رکھی گئی۔ چنانچہ ایسے حالات میں جب انگریز کے خلاف جہاد ہو چکا تھا اور اس میں وقتی پسپائی ہو چکی تھی اور مسلمان مایوسی کا شکار ہونے لگے تھے، ایسے حالات میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی، ایک استاد اور ایک شاگرد سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور الحمد للہ آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ آج سے سو سال پہلے جو نصاب تھا دارالعلوم دیوبند کا وہی نصاب آج بھی ہے، جو اصول الشاشی، شرح تہذیب سو سال پہلے پڑھائی جاتی تھی وہ آج بھی اسی طرح پڑھائی جاتی ہے۔ ایسا نہیں کہ ارباب دارالعلوم دیوبند باہر کی دنیا سے بے خبر ہیں، دنیا میں کیا ہو رہا ہے کچھ پتہ نہیں، ایسا نہیں، وہ ہم سے زیادہ جانتے ہیں، وہ ہم سے زیادہ باخبر ہیں، لیکن انہیں معلوم ہے نجات کا راستہ یہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا: ”بدأ الإسلام غريباً، وسيعود كما بدأ، فطوبى للغرباء“ یہ اجنبیت رہے گی، یہ باتیں ہوں گی، یہ کیسے عالم ہیں؟ یہ کس زمانے میں رہ رہے ہیں؟! لیکن نجات اسی میں ہے، دنیا کی چمک دمک بڑھے گی، کم نہیں ہوگی، فتنے بڑھیں گے، کم نہیں ہوں گے، لیکن ہم نے اپنے آپ کو ان سے بچانا ہے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علماء طلباء یہ معاشرے کا بہت کم حصہ ہے، معاشرے کا ایک فیصد بھی نہیں، تو اتنی معمولی مقدار اس کو تو خالص رہنے دو اور پھر فرماتے تھے کہ ہمارا کام صرف ملا پیدا کرنا ہے اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ متعدد مجالس میں یہ بات ارشاد فرماتے کہ جو خود تو عالم، مولوی بن جاتے ہیں اور اپنی اولاد کو عالم نہیں بناتے، تو گویا وہ عملاً اس بات کی تصدیق کر رہے ہوتے ہیں کہ انہوں نے عالم بن کر صحیح راستہ اختیار نہیں کیا۔ تو ہمارا کام صرف سبق پڑھانے کی حد تک نہ ہو، بلکہ ہمیں نظریاتی بنانا ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جو نظریہ تھا اس کو اپنانا ہے، یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے وفاداری کا تقاضا ہے۔ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرواز کر گئی، تو میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر اپنا چہرہ رکھ کر کافی دیر رویا۔ (اس وقت بھی جب آپ یہ بات بیان فرما رہے تھے، آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے) اور یہ وعدہ کیا کہ میں آپ کے مشن سے وفا کروں گا۔ لہذا حضرت کا جو نظریہ تھا، اس کو ہم اپنائیں اور اس پر عمل پیرا ہوں، دارالعلوم دیوبند جانا ہوا،

ہم تو ان کے شاگردوں کے درجے میں تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے اعزاز میں ایک بڑا جلسہ منعقد کیا ہوا تھا، حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم موجود تھے، جلسے کے دوران انہیں کہیں نظر آ گیا کہ کوئی موبائل کے ذریعے تصویر کھینچ رہا ہے، تو بہت سخت ڈانٹا اور اس کو وہاں سے باہر کر دیا گیا۔ ان ساری چیزوں کا خیال رکھنا یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور تعلق کا تقاضا ہے، یہ دارالعلوم دیوبند سے نسبت کا تقاضا ہے، یا تو ہم یہ کہیں کہ ہماری دارالعلوم دیوبند سے کوئی نسبت اور تعلق ہی نہیں، اگر ہے تو ہمیں اس نسبت کا لحاظ کرنا ہوگا، ہمیں عزیمت اختیار کرنی ہوگی، نجات اسی میں ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارا طلباء کے ساتھ ربط اور تعلق مضبوط ہو، استاد ی شاگردی کا رشتہ صرف رسمی، درس گاہ کی حد تک نہ ہو، بلکہ ہم طلباء سے درس گاہ کے علاوہ بھی ملیں حال احوال پوچھیں، اس سے استاد اور شاگرد کے درمیان غیر ضروری جھجک اور پردے ختم ہوں گے، طلبا اپنی پریشانیوں، مسائل کو بیان کر سکیں گے اور اس طرح ان کی ذہنی تشویش استاد کی راہ نمائی اور مشورے سے ختم ہو جائے گی اور استاد اور شاگرد کا ایک مضبوط تعلق قائم رہے گا۔

میں نے ابھی چند دن پہلے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط دیکھا، جو آپ نے ایک سائل کو جواب میں لکھا، سائل نے اپنی مختلف قسم کی پریشانیوں کا تذکرہ کیا تھا۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھا کہ اپنے ابتدائی اساتذہ کو ایصال ثواب کرو، چنانچہ جب سے میں نے یہ تحریر پڑھی تو میں نے بھی اپنے ابتدائی اساتذہ کو یاد کرنا شروع کیا، بڑے اساتذہ کو ایصال ثواب کا تو پہلے سے معمول تھا، اس کے بعد میں نے اپنے ابتدائی اساتذہ کو سوچنے لگا، چنانچہ دارالعلوم میں میں نے نورانی قاعدہ قاری عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا، جو قاری ظہور احمد صاحب حیدرآباد مرکز کے امام ہیں، ان کے والد تھے اور اس کے بعد جامعہ فاروقیہ میں ناظرہ قرآن قاری امداد اللہ صاحب سے پڑھا، اس کے علاوہ ماسٹر شہزاد رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو بڑے سخت تھے، لیکن بہت مخلص تھے، تو یہ جو ابتدائی اساتذہ تھے ان کو میں نے ایصال ثواب کرنا شروع کر دیا اس کے بعد سے میرا اپنا جو حال ہے وہ یہ کہ میں نے اپنے اندر بہت مبارک تغیر محسوس کیا۔



نکاح کے لیے لڑکی کی تلاش کے لیے شرعی ہدایات

مفتی محمد راشد سکوی عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامع مسجد اشیاق، ڈسکہ، سیالکوٹ

”شادی کا موضوع“ ہمارے معاشرے کا وہ سلگتا موضوع ہے کہ ہم میں سے ہر فرد اس کی آگ میں سلگ رہا ہے لیکن اس کے باوجود ہم میں سے ہر کوئی اس میں مبتلا ہے، برا سمجھتے ہیں لیکن گویا کہ ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، اور ہم خود کار طریقے سے بہتے ہی چلے جا رہے ہیں، از خود شادی کو سادی کرنا چاہتے ہیں لیکن ارد گرد کا ماحول اور معاشرہ اس راستے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ اس لیے ہم سب کو اور بالخصوص ہمارے بڑوں کو اس میدان میں آگے بڑھنا ہوگا، ہمت کرنی ہوگی تب کام چلے گا۔ باپ محض یہ سوچ کر نہ بیٹھا رہے کہ چلو بچے ہیں، یہ خوشیاں بار بار تو نہیں ملتی، کر لینے دو، اور بچے یہ سوچ کر کہ بڑے نہیں روک رہے تو اس لیے چلنے دیں وغیرہ وغیرہ

ایسے میں ان ناجائز معاشرتی رسوم و رواج سے نکلنے کا راستہ ایمانی غیرت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اتباع میں چلنے کا جذبہ ہے، اس کے لیے اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سامنے ہونا ضروری ہے، کہ ان کی شادیاں کیسے ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف روایات کے مطابق گیارہ ازواج کے نام ملتے ہیں۔ جن عورتوں سے آپ نے عقد فرمایا ان کی تعداد گیارہ تھی۔ جن میں سے نو عورتیں آپ کی رحلت کے وقت

حیات تھیں۔ اور دو عورتیں آپ کی زندگی ہی میں وفات پا چکی تھیں۔ (یعنی حضرت خدیجہؓ اور ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما) ان کے علاوہ مزید دو عورتیں ہیں جن کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ کا ان سے عقد ہوا تھا یا نہیں، لیکن اس پر اتفاق ہے کہ انہیں آپ کے پاس رخصت نہیں کیا گیا۔ نبی کریم کی ازواج میں زیادہ تر پہلے بیوہ تھیں اور عمر میں بھی زیادہ تھیں اور زیادہ شادیوں کا عرب میں عام رواج تھا۔ مؤرخین کے مطابق اکثر شادیاں مختلف قبائل سے اتحاد کے لیے یا ان خواتین کو عزت دینے کے لیے کی گئیں۔ ان میں سے اکثر سن رسیدہ تھیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت ازدواج کا الزام لگانے والوں کی دلیلیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے صرف حضرت خدیجہ اور حضرت ماریہ قبطیہ سے اولاد ہوئی۔

الغرض نبی اکرمؐ کی شادیوں کے احوال ہمارے سامنے ہوں، گھروں میں ان کا تذکرہ عام ہو، اور اللہ سے دعا ہو تو ان شاء اللہ ان رسوم و رواج سے نکلنا ممکن ہو جائے گا۔

ان معاشرتی بیماریوں کی اصلاح کے لیے میدان میں آنے کے کچھ مراحل ہیں، درجات ہیں، ان کے مطابق ہمیں قدم اٹھانا ہوگا، مثلاً اگر اپنی شادی ہے تو پھر سب کچھ، سو فیصد درست ہو سکتا ہے، اس لیے کہ شادی آپ کی ہے، اگر آپ کا ایک فیصلہ، آپ کی ایک دھمکی چل جائے گی کہ میں نے شادی کروانی ہی نہیں تو اس کے سامنے سب کو جھکنا ہی پڑے گا۔ دوسروں کی شادی ہے تو پھر انہیں حکمت و بصیرت کے ساتھ موقع و محل دیکھ کر ترغیب دیں اور اگر وہ نہ مانیں تو پھر آپ کے لیے ایسی مجالس میں عدم شرکت کا حکم ہے۔

اور یہ بات بھی سامنے رہے کہ سب خرابیاں ایک بارگی دور نہیں ہوں گی بلکہ دھیرے دھیرے ہی یہ سب کچھ ممکن ہو سکے گا، لیکن قدم ضرور اٹھایا جائے۔ اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ! عمل کی توفیق بھی تو نے ہی دینی ہے اور ماحول کو بھی موافق تو نے ہی کرنا ہے۔ تو ان شاء اللہ، اللہ کی مدد آئے گی۔

رسومات کی اصلاح سے متعلق عمومی شرائط

یہ بات بالکل درست ہے کہ ہر رسم بری اور ناجائز نہیں ہوتی، بلکہ جو رسم شریعت سے ٹکراتی ہو وہ ناجائز ہو جاتی ہے۔ رسومات سے متعلق چند عمومی باتیں سامنے رکھ لی جائیں تو شادی سے متعلق عمومی اصلاح کا علم ہو جائے گا:

- [1] شادی کی کسی بھی تقریب میں، مختلف مراحل میں تصاویر اور مووی نہیں بننی چاہیے۔
- [2] مجالس میں بے پردگی نہیں ہونی چاہیے۔
- [3] شادی کی تقریبات کے کسی بھی مرحلے میں اختلاط مردوزن نہیں ہونا چاہیے۔
- [4] شادی کے مختلف مراحل میں پیسوں یا اشیاء کا لین و دین جبری اور دل کی ناخوشی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔

[5] لین و دین میں بدلے کی نیت سے نہیں ہونی چاہیے۔

[6] لین و دین ریاکاری نہیں ہونی چاہیے۔

[7] کھانے پینے اور دیگر تمام چیزوں میں اسراف نہیں ہونا چاہیے۔

[8] اشیاء کا ضیاع نہیں ہونا چاہیے۔

[9] شادی کے معاملات کے لیے قرض اور بالخصوص سودی قرض تو کسی صورت میں نہ لیا جائے۔

آج کی اس تحریر کا موضوع ہے کہ شادی کرنے کے لیے شریعت نے کس قسم کی لڑکی اور کن صفات کی لڑکی تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، یہ عمل شادی کا سب سے پہلا مرحلہ ہے، اس کے ساتھ ہم قدم بقدم آگے بڑھتے رہیں گے، ان شاء اللہ

شرعاً لڑکی میں کون سی صفات مطلوب ہیں؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "نُنَكِّحُ الْمَرْأَةَ لِأَرْبَعٍ، لِمَالِهَا وَلِحَسْبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ". ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کے باعث نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، اس کے حسب و نسب، اس کے حسن و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے، تیرے ہاتھ گرد آلودہ ہوں، تو دیندار کو حاصل کر کے کامیاب ہو جا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4802)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِنْ نَظَرَ

إِلَيْهَا سَرَّتهُ، وَإِنْ أَفْسَمَ عَلَيْهَا أَبْرَثَهُ، وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحْتَهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ“.

ترجمہ: مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد جو اپنے لیے بہتر تلاش کرے وہ نیک بیوی ہے کہ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرے، اس کی جانب دیکھے تو خوش ہو، اگر وہ کسی بات کے کرنے پر قسم کھالے تو اسے پوری کر دے۔ اگر شوہر کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنی جان اور اس کے مال کی نگہبانی کرے۔
(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1857)

یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

”إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرَضَّوْنَ أَمَانَتَهُ وَخُلِقَهُ فَانْكُحُوهُ كَأَنْتُمْ مَنْ كَانَ، فَإِنْ لَا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةً فِي

الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ، أَوْ قَالَ: عَرِيضٌ“

ترجمہ: جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں

پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو، خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت زیادہ فساد اور فتنہ پھیلے گا۔ (المصنف لابن عبدالرزاق، رقم الحدیث: 10325)

الغرض قرآن پاک اور بہت ساری احادیث کی روشنی میں خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے جس

بیوی کا انتخاب ہونا چاہیے،

وہ مَحْصِنَةٌ یعنی: پاکدامن، شریف اور گھر کی چاردیواری میں رہنے والی، بدکاری سے بچنے والی،

وَلَا فَتْنَحِدَاتٍ أَخْدَانٍ یعنی: مردوں سے دوستیاں نہ لگانے والی۔

صَالِحَةٌ یعنی: ایمان و اعمال والی۔

قَانِتَةٌ ہر حال میں اللہ سے راضی رہنے والی۔

حَافِظَةٌ اپنی اور اپنے شوہر کی عزت، مال اور جان کی حفاظت کرنے والی۔

أَلْوَدُودٌ أَلْوَدُودٌ خوب محبت کرنے والی، اور خوب اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت والی۔

بَاكِرَةٌ: کنواری۔

”عَلَيْكُمْ بِالْبَكَارِ، فَإِنَّهِنَّ أَغْدَبَ أَفْوَاهًا، وَأَنْتَقُ أَزْوَاجًا، وَأَرْضِي بِالْيَسِيرِ“۔

ترجمہ: تمہیں جاہے کہ تم کنواری عورتوں سے شادی کیا کرو، اس لئے کہ وہ شیریں دہن اور صاف رحم والی اور تھوڑے پر راضی ہو جانے والی ہوتی ہیں (السنن لابن ماجہ)

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں مذکور ان صفات سے ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ والدین کو چاہیے کہ اپنی بچیوں کی تربیت اس منہج پر کریں کہ ان کے اندر یہ صفات پیدا ہو سکیں۔ اس کے لیے گھر کا ماحول دینی بنانا ہوگا، گھر میں تعلیم کی فضا قائم کی جائے، بچیوں کو مدارس دینیہ میں بھیجا جائے، اور ممکن ہو تو محرم مردوں کے ساتھ جماعتوں میں لے کر نکلا جائے۔

لڑکی دیکھنے کے بہانے دعوتیں کھاتے رہنا اور رشتہ رد کرتے رہنا

جب کسی کے گھر رشتہ کی طلب میں جانا ہو تو پہلے استخارہ کر لیں، اور اس کے بعد اس لڑکی کے جاننے والوں سے اس کے بارے میں، اس کے اخلاق، دینداری، چال چلن کے بارے میں معلومات کر لیں، اگر اتنے میں تسلی ہو جائے تو اپنی والدہ، بہن اور بھابھی وغیرہ کو لڑکی دیکھنے کے لیے بھیج دیں، اس موقع پر لمبے چوڑے کھانوں اور تحفے تحائف لینے دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ موقع بہت نازک ہوتا ہے، ہر جوان لڑکی اور اس کے والدین آنے والے رشتوں پر بڑے پر امید ہوتے ہیں، اس لیے کسی کے گھر رشتہ دیکھنے چلے جانا اور پھر انکار کر دینا بہت نازک مرحلہ ہوتا ہے، انگوں کے احساسات اور جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے رشتہ پسند یا ناپسند ہونے کی صورت میں طریقے سے بروقت اطلاع دے دیں اور اپنی رضامندی نہ ہونے کی اطلاع ایسے طریقے سے دیں کہ لڑکی والوں کی دل آزاری نہ ہو۔

پسند نہ آنے کی صورت میں ہر مجلس میں اس کے اور اس کے اہل خانہ کے عیوب اچھالتے رہنا

یہ بھی بہت بڑا مسئلہ ہے اگر رشتہ پسند نہ آیا ہو تو پھر اپنی صفائی دیتے ہوئے ”وہ ایسی تھی، اس کے گھر والے ایسے تھے“ وغیرہ وغیرہ باتیں ہر مجلس میں کر کے ان پر کچھڑا چھالا جاتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا گناہ ہے، اس سے بچنے کی ضرورت ہے، معقول طریقے سے دوسروں کے پوچھنے پر بتا دیا جائے کہ ادھر ترتیب نہیں بن پائی وغیرہ۔

لڑکی کو ایک نظر دیکھنا

جس لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا جا رہا ہو اور واقعہً اس سے نکاح کا ارادہ بھی ہو تو اس کو ایک نظر دیکھنا جائز ہے، فانکحو اما طاب لکم من لנסاء، سے اشارہ اور احادیث مبارکہ سے صراحتہً اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، البتہ دیکھنے کے لیے شرعاً کوئی طریقہ مقرر نہیں، شرم و حیا کے دائرہ میں رہتے ہوئے کوئی بھی مناسب صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ لڑکی کو ایک نظر دیکھنا مرد کا حق لازم نہیں، لہذا اگر وہ شخص صاف صاف دیکھنے کا مطالبہ کرے، لیکن عورت کے گھر والے نہ دکھلانا چاہیں، تو اس میں مرد کی حق تلفی نہیں، لہذا اگر لڑکی والوں کی رضامندی سے لڑکی کو ایک نظر دیکھنا ممکن ہو تو دیکھ لیا جائے، ورنہ مرد کے گھر کی تجربہ کار عورتیں لڑکی کو دیکھ لیں، اس کی کیفیت اس کو بتادیں پھر اگر اسے اطمینان ہو تو نکاح کر لے اور اگر شرح صدر نہ ہو تو نکاح سے معذرت بھی کر سکتا ہے۔

واضح رہے کہ شریعت نے کچھ مصالح کے پیش نظر پیغام نکاح دینے والے کے لیے عورت کو ایک نظر دیکھنے کی اجازت دی ہے، لیکن اس کے لیے خصوصی اہتمام کرنا جیسے مجلس قائم کرنا اور لڑکی کو خوب بناؤ سنگھار کرا کر لڑکے والوں کو دکھانا جیسا کہ آج کل بعض جگہ ہوتا ہے، درست نہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے۔ تاہم ایسی صورت میں اگر عورت معمولی زیب و زینت کر لے جیسا کہ عام طور پر گھروں میں خواتین کرتی ہیں تو اس حد تک گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

نیز! اس مقصد کے لیے لڑکی کی تصویر لڑکے کو یا اس کے گھر والوں کو دینا مناسب نہیں ہے، کیونکہ تصویر دینے میں لڑکے کا ایک سے زائد بار بلا ضرورت دیکھنے اور دیگر غیر محارم کے دیکھنے کا احتمال ہے، لہذا عام حالات میں لڑکے والوں کا تصویر کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

اگر لڑکا دوسرے ملک میں رہتا ہو تو عام حالات میں لڑکی والوں کو یہ مناسب نہیں ہے کہ لڑکی کی تصویر اسے ارسال کریں، تاہم اگر اسکاٹپ وغیرہ پر اس کو ایک نظر دکھائیں تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں اگر لڑکے کی رشتہ دار خواتین لڑکی کے گھر آ کر دیکھیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔

کزن میرج اور قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا

قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا فی نفسہ جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرح کی شادیوں میں ازدواجی زندگی اچھی ثابت نہیں ہوتی تو یہ بات تجربہ سے تعلق رکھتی ہے، اور تجربات مختلف ہوتے رہتے ہیں، اس لیے محض تجربات کی بنا پر کوئی شرعی حکم نہیں ہوتا، لہذا کزنز سے نکاح کرنا جائز ہے اور اگر کوئی ایسے نکاح سے مصلحتاً گریز کرے تو وہ بھی شرعاً قابل ملامت نہیں۔

لڑکی/لڑکے کے بارے میں مشاورت کرنا

جس لڑکی یا لڑکے کے ساتھ اپنے بچے یا بچی کا رشتہ کرنا مطلوب ہو تو اوپر مذکور صفات کی تحقیق اور تلاش کی خاطر اس کے متعلقین سے مشورہ کر لینا چاہیے، یہ مسنون ہے، اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے، وہ امین ہوتا ہے، اس کے لیے بھی خیر خواہی کے ساتھ جو کچھ اسے حقیقی معلومات ہوں وہ بتا دینی چاہئیں۔

اسی طرح اگر ایک سے زیادہ رشتے سامنے ہوں تو بھی مشورہ کر لینا چاہیے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے شوہر نے طلاق دی تو حضرت معاویہ اور ابوالجہم رضی اللہ عنہما نے نکاح کا پیغام بھیجا، ایک طلاق یافتہ عورت کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے قریشی سردار ابن سردار اور حضرت ابوالجہم رضی اللہ عنہ بیک وقت دو شخصیات نکاح کا پیغام بھیج رہے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبیؐ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: کہ ”أَمَا مَعَاوِيَةُ فَصَعْلُوكَ“، یعنی: معاویہ انتہائی متنگ دست ہیں، لہذا ان سے نکاح نہ کرو اور رہے ابوالجہم ”فَلَا يَصْنَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِكِ“، تو وہ ایسی سخت طبیعت کے ہیں کہ ان کی لاشی ان کے کندے سے کبھی نہیں اترتی، لہذا ان دونوں کو چھوڑ کر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرو۔

پسند کی شادی

اسلام ایک معتدل شریعت ہے اس کے تمام احکام افراط و تفریط سے پاک انسان کے فطری جذبات و خواہشات کی رعایت کے ساتھ تعدی اور حد سے تجاوز کی ممانعت کے اصول پر دائر ہیں، اس لیے جب ایک طرف انسان کو ناجائز شہوت رانی سے سختی سے منع کیا گیا تو ضروری تھا کہ فطری جذبات و خواہشات کی رعایت سے اس کا کوئی جائز اور صحیح طریقہ بھی بتلایا جاتا، اس کے علاوہ بقاء نسل کا عقلی اور شرعی تقاضا بھی

یہی ہے کہ کچھ حدود کے اندر رہ کر مرد و عورت کے اختلاط کی کوئی صورت تجویز کی جائے اسی کا نام قرآن و سنت کی اصطلاح میں نکاح ہے۔ نکاح کے معاملہ میں شریعت نے مرد و عورت کو پسند اور ناپسند کا پورا اختیار دیا اور اولیاء کو جبر و سختی سے کام لینے سے منع کیا اور دوسری طرف مرد و عورت کو بھی ترغیب دی کہ وہ اولیاء کو اعتماد میں لے کر کوئی بھی قدم اٹھائیں۔

پسند کی شادی کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ کوئی لڑکی ایسی ہے جس کو آپ چاہتے اور محبت کرتے ہیں، اس سے بات چیت، چہلنگ اور ملاقات کرتے ہیں تو شادی سے پہلے ایسا کرنا ناجائز ہے، البتہ اگر رشتہ دینداری کے اعتبار سے ٹھیک لگتا ہو اور دونوں کے گھر والے راضی ہوں تو جلد نکاح کر لینا چاہیے، اگر ہر لڑکے کو لڑکی کے انتخاب اور ہر لڑکی کو لڑکے کے انتخاب کی کھلی چھٹی دے دی جائے تو اس سے اس قدر فتنچ نتائج برآمد ہوں گے کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور پھر خاندانی نظام جو کہ معاشرے کی مضبوطی اور پاکیزگی کا ضامن ہوتا ہے درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ عموماً پسند کی شادی میں وقتی جذبات محرک بنتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ ان جذبات اور پسندیدگی میں کمی آنے لگتی ہے، نتیجتاً ایسی شادیاں ناکام ہو جاتی ہیں اور علیحدگی کی نوبت آ جاتی ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں خاندانوں اور رشتوں کی جانچ پرکھ کا تجربہ رکھنے والے والدین اور خاندان کے بزرگوں کے کرائے ہوئے رشتے زیادہ پائیدار ثابت ہوتے ہیں۔ اور بالعموم شریف گھرانوں کا یہی طریقہ کار ہے، ایسے رشتوں میں وقت ناپسندیدگی عموماً گہری پسند میں بدل جایا کرتی ہے؛ اس لیے مسلمان بچوں اور بچیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ذمہ کوئی بوجھ اٹھانے کے بجائے اپنے بڑوں پر اعتماد کریں، اُن کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

البتہ عاقل بالغ مرد اور عورت کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ اپنی پسند اور مرضی سے نکاح کرے؛ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کی چاہت معلوم کر کے اس کا لحاظ رکھیں۔ بہر حال اگر کہیں کوئی اس قسم کی صورت میں مبتلا ہو تو وہ اس سے فی الفور رابطے ختم کرے، اور والدین کو مناسب طریقے سے اپنی چاہت بتانے کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا و استخارہ جاری رکھے، اور ”یا وَدُّدُ“ کثرت سے پڑھے اور آخر میں دینے گئے وظائف اور دعائیں مانگنا شروع کرے۔

شادی کے لیے استخارہ

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی حاجت ہو وہ خود استخارہ کرے، دوسروں سے کروانے کی گنجائش ہے، لیکن یہ بہتر اور مسنون نہیں ہے، نبی کریم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو استخارہ کا طریقہ اس اہتمام سے تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن کریم کی سورت یا آیت۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضور اقدس سے اپنے امور میں مشورہ تو لیتے تھے، لیکن آپ سے ”استخارہ“ نہیں کرواتے تھے، حالاں کہ نبی کریم سے مقدس و برگزیدہ کوئی فرد بشر نہیں ہو سکتا، نیز اس وقت وحی بھی نازل ہوتی تھی جس کی روشنی میں خیر و شر یقین طور پر معلوم ہو سکتا تھا، لیکن نبی کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واسطے سے آنے والی پوری امت کی تربیت اس نہج پر فرمائی کہ ہر فرد امت اللہ تعالیٰ سے خود تعلق قائم کرے، اور مہربان رب سے ہر شخص اپنی حاجت مانگنے کے ساتھ خود ہی خیر کا خواست گار ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے استخارہ کیا وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوا، اور جس نے (کسی سجدہ دار سے) مشورہ کیا وہ کبھی پشیمان و بچھتا یا نہیں، اور جس نے خرچ میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی محتاج نہیں ہوا“۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَزَيْنِدٍ: اذْهَبْ فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ - قَالَ: فَانطَلَقَ حَتَّى أَتَاهَا، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا زَيْنَبُ! أَبَشِرِي، أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُكَ - قَالَتْ: مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا، وَنَزَلَ - يَعْنِي الْقُرْآنَ - { فَلَمَّا قَضَى زَيْنِدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَا كُفَاهَا }

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو رسول اللہ نے زید رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس بھیجا کہ جا کر انہیں میرے لیے رشتہ کا پیغام دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گیا اور میں نے کہا: زینب خوش ہو جاو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا: میں کچھ نہیں کرنے کی، جب تک میں اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں، (یہ کہہ کر) وہ اپنے مصلیٰ پر (صلاة استخارہ پڑھنے) کھڑی ہو گئیں، (ادھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان سے آسمان پر ہی کر دیا) اور قرآن نازل ہو گیا: { فَلَمَّا قَضَى زَيْنِدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَا كُفَاهَا }۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس قصہ سے اندازہ کر لیا جائے کہ پیغام جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے آرہا ہے لیکن اس کے باوجود استخارہ کا عمل نہیں چھوڑا، باوجودیکہ اس رشتہ میں خیر ہی خیر بالیقین تھی۔ اسی کی برکت ہو سکتی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرا نکاح تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا ہے۔ (فَكَانَتْ زَيْنَبُ تَفْخِرُ عَلَىٰ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ تَقُولُ: زَوْجُكَنَّ أَهْلَكُنَّ، وَزَوْجِنِي اللَّهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ)۔

بہر حال ذیل میں آپ کی سہولت کے لیے استخارہ کا طریقہ درج کیا جاتا ہے، اس کے مطابق آپ خود اپنی حاجت کے لیے استخارہ کر سکتے ہیں۔

استخارہ کا مسنون طریقہ

استخارہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں کسی بھی وقت بشرطیکہ وہ نفل کی ادائیگی کا مکروہ وقت نہ ہو دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں، نیت یہ ہو کہ میرے سامنے یہ معاملہ یا مسئلہ ہے، اس میں جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمادیں۔ سلام پھیر کر نماز کے بعد استخارہ کی مسنون دعا مانگیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے،

استخارہ کی مسنون دعا

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي وَعَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، فَأَقْدِرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أُمْرِي وَعَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ“۔

دعا کرتے وقت جب ”هذا الأمر“ پر پہنچے تو اگر عربی جانتا ہے تو اس جگہ اپنی حاجت کا تذکرہ کرے، یعنی: ”هذا الأمر“ کی جگہ اپنے کام کا نام لے، مثلاً: ”هذا السفر“ یا ”هذا النكاح“ یا ”هذه التجارة“ یا ”هذا البيع“ کہے، اور اگر عربی نہیں جانتا تو ”هذا الأمر“ کہہ کر دل میں اپنے اس کام کے

بارے میں سوچے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے۔

استخارے کے بعد جس طرف دل مائل ہو وہ کام کر لے۔

اگر ایک دفعہ میں قلبی اطمینان حاصل نہ ہو تو سات دن تک یہی عمل دہرائے، ان شاء اللہ خیر ہوگی۔

استخارہ کے لیے کوئی وقت خاص نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ رات میں سونے سے پہلے جب یکسوئی کا

ماحول ہو تو استخارہ کر کے سوجائے، لیکن خواب آنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات قلبی رجحان اور اطمینان

ہے۔ اور استخارہ کر لینے کے بعد قلبی رجحان کے باوجود بھی اگر مصالح دوسری جانب ہوں تو اس کو ترجیح دے۔

خلاصہ یہ کہ استخارے کی حقیقت فقط دعا ہے جس سے مقصود اعانت علی الخیر ہے، نہ کہ خبر معلوم کرنا۔

استخارہ خالی الذہن کرنا ہوتا ہے، ورنہ جو خیالات دماغ میں بھرے ہوتے ہیں، اسی جانب دل کا

میلان ہوتا ہے۔

استخارہ ایسے معاملہ میں ہوتا ہے جس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو، اور جن چیزوں کا عادتاً

وشرعاً نقصان دہ ہونا ہی یقینی ہو ان میں استخارہ مشروع نہیں ہے۔

استخارے کے لیے نہ رات کا ہونا ضروری ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد سو یا جائے، نہ نفل پڑھنا

ضروری ہے، بس دعا پڑھ کے کچھ دیر دل کی طرف متوجہ ہو جانا کافی ہے۔

استخارہ ارادہ کر لینے سے پہلے ہوتا ہے یہ نہیں کہ کسی کام کا ارادہ بھی کر لیا اور پھر برائے نام استخارہ

بھی کر لیا۔

استخارے کی ایک مختصر دعا ”اللَّهُمَّ خِزْلِي وَاخْتِزْلِي“ بھی ہے، اس دعا کو بھی کثرت سے پڑھتے

رہنا چاہیے۔ بالخصوص ایسے وقت جب استخارہ کی دعا اور نفل پڑھنے کا وقت نہ ہو اور فوری فیصلہ کرنا ہو۔

شادی اور نیک بیوی و اولاد کے لیے ادعیہ مسنونہ

فرض نمازوں کے بعد درج ذیل دعا مانگا کریں:

{ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا }

ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں

پر ہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَالِدِ، غَيْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ“۔

اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی مانگتا ہوں اس چیز کی جو تو لوگوں کو دیتا ہے یعنی اہل، مال، اولاد کہ نہ

گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کریں۔

”اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ

الرَّحِيمُ“۔

اے اللہ! ہمارے کان، آنکھوں، دلوں، گھر والیوں اور اولادوں میں برکت عطا فرما، اور ہماری

توبہ قبول فرما، بیشک آپ توبہ قبول فرمانے والے نہایت مہربان ہیں۔

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوْجٍ تُشَيَّبُنِي قَبْلَ الْمَشِيئِ، وَمِنْ وَلَدٍ يَكُونُ عَلَيَّ رَبًّا، وَمِنْ مَالٍ يَكُونُ

عَلَيَّ عَذَابًا“۔

اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں ایسی بیوی سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا

کردے اور ایسی اولاد سے جو میرا آقا بن بیٹھے اور ایسے مال سے جو میرے لیے باعث عذاب بن جائے۔

”رَبِّ أَوْزَعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدِي وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ،

وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي، إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ“۔

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور

میرے والدین کو عطا فرمائیں، اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے، اور میری اولاد کو بھی نیک

بنا کر مجھے سکھ دے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔



عفو و درگزر اور تحمل و برداشت

مولانا نعمان نعیم (مہتمم جامعہ بنوریہ عالمیہ)

”غصہ“ درحقیقت شدت جذبات کے اظہار کا نام ہے۔ یہ ایک غیر اختیاری امر ہے اور ہر انسان میں قدرتی طور پر موجود ہے۔ عوام میں یہ جو مشہور ہے، ”غصہ“ حرام ہے، یہ بات بالکل غلط ہے بعض صورتوں میں غصہ ضروری بھی ہے، مثلاً اپنے سامنے کوئی کھلم کھلا خلاف شریعت کام ہوتا ہو دیکھے، کسی کو شعائر اسلام کا مذاق اڑاتا ہو دیکھے، اسی طرح شان الوہیت یا شان رسالت میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے دیکھے تو ایمانی غیرت کا تقاضا ہے کہ انسان کو غصہ آئے، لیکن عام حالات میں بے موقع اور بات بات پر غصہ آنا یہ انتہائی خطرناک ہے، اکثر اوقات انسان غصے میں آکر دنیا کے بہت سے بے وقعت کاموں کو بگاڑ دیتا ہے اور بعض اوقات غصے کی حالت میں اللہ کی ناشکری اور کفر کے کلمے تک بکنے لگتا ہے اور اپنے ایمان کی دولت کو غارت اور برباد کر ڈالتا ہے۔

غصہ ہی اکثر دنگا فساد، دو بھائیوں میں افتراق، میاں بیوی میں طلاق آپس میں منافرت اور قتل و غارت گری کا موجب ہوتا ہے، جب کسی پر غصہ آئے اور مار دھاڑ اور توڑ پھوڑ کو جی چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح سمجھائے کہ مجھے دوسروں پر جو قدرت حاصل ہے، اس سے کہیں زیادہ اللہ عزوجل مجھ پر قادر ہے۔ اگر میں نے غصے میں کسی کی دل آزاری یا حق تلفی کر ڈالی تو قیامت کے روز اللہ عزوجل کے غضب سے میں کس طرح محفوظ رہ سکوں گا۔ غصہ اور اشتعال شیطانی اثر ہے، شیطان انسان کو مختلف تدابیر کے ذریعے ابھارنا چاہتا ہے، تاکہ وہ جذبات میں آکر کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو اس کے لیے دور رس نقصانات کا باعث بنے، اسی لیے قرآن نے ہمیشہ عفو و درگزر کی تعلیم دی ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ معاف کرنے والوں کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے۔ بدخواہ اور حاسدین دنیا میں جتنا چاہیں تمسخر اور مذاق اڑالیں،

ایک دن ضرور انہیں اپنے کیے ہوئے پر افسوس کا اظہار کرنا ہوگا، دنیا میں اگر کسی مصلحت کے سبب نجات مل بھی گئی تو روز قیامت جو عدل و انصاف کا دن ہے، وہاں پر ہر ایک کو اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ مل کر رہے گا۔

اللہ نے اپنا یہ فیصلہ ان الفاظ میں سنایا ہے: ”ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ انہیں جو اللہ کے جزا و سزا کے واقعات پر یقین نہیں رکھتے، معاف کر دیا کریں، تاکہ لوگوں کو ان کے کاموں کا بدلہ ملے، جس نے اچھا کیا اس نے اپنے بھلے کے لیے کیا اور جس نے برا کیا اس نے اپنا برا کیا، پھر تم اپنے پروردگار کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔“ (سورہ جاثیہ: ۲۴) اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ کسی منافق یا کافر نے کسی مسلمان سے کوئی بد تمیزی کی بات کہی تھی، اس سے بعض مسلمانوں کو طیش آیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور مسلمانوں کو عفو و درگزر کی نصیحت کی گئی۔ (تفسیر کبیر ۱۴ / ۱۷۳) اس مفہوم پر مشتمل متعدد آیات قرآن میں نازل کی گئی ہیں، جن میں مختلف پیرایہ سے جذباتیت کے بدلے حقیقت پسندی، غصہ اور اشتعال کے بجائے صبر و تحمل اور انتقامی کارروائی چھوڑ کر بردباری اور قوت برداشت کی صفت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ صبر کا راستہ جنت کا راستہ ہے اور کسی ناخوش گوار واقعے پر کسی بھائی کے خلاف نفرت اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھنا شیطان کا راستہ ہے اور شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس لیے اس سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہیے۔ (سورہ فاطر: ۶)

غصہ ایمان و عمل کے لیے انتہائی مہلک ہے، خلاف مزاج کسی واقعے پر جب انسان بے قابو ہو جاتا ہے تو تمام شرعی رکاوٹیں اس کے لیے بے اعتبار ہو جاتی ہیں اور وہ غصے کی حالت میں جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے، اس لیے حدیث میں غیظ و غضب سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جذبات کو قابو میں رکھنے اور صبر و تحمل کی فضیلت اور ثواب کی کثرت اس بنیاد پر بھی ہے کہ اس میں ایک شخص کو امتحان کی مختلف راہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ کہیں ملتے ہوئے فائدوں سے محرومی کو گوارا کرنا پڑتا ہے، کبھی خارجی مجبوری کے بغیر خود سے اپنے آپ کو کسی چیز کا پابند کر لینا پڑتا ہے۔ کہیں اپنی بے عزتی کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کہیں زیادہ کو چھوڑ کر کم پر قانع ہونا پڑتا ہے، کہیں قدرت رکھتے ہوئے اپنے ہاتھ پاؤں کو روک لینا پڑتا ہے۔ کہیں اپنی مقبولیت کو دفن کرنے پر راضی ہونا پڑتا ہے، کہیں شہرت اور استقبال کے راستے کو چھوڑ کر گمنامی کے طریقے کو اختیار کرنا پڑتا ہے، کہیں الفاظ کا ذخیرہ ہوتے ہوئے اپنی زبان کو بند کر لینا پڑتا ہے، کہیں جانتے بوجھتے دوسرے کا بوجھ اپنے سر پر لے لینا پڑتا

ہے، کہیں اپنے آپ کو ایسے کام میں شریک کرنا پڑتا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی کریڈٹ ملنے والا نہیں، ان تمام مواقع پر نفس کو کچل کر خلافِ نفس کام کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کرنا پڑتا ہے، یہی وہ راز ہے جس سے انسان کا سفر ہمیشہ بلندی کی طرف جاری رہتا ہے، وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا اور نہ کبھی سخت مایوسی کا شکار ہونا پڑتا ہے، لیکن جذبات اور غیظ و غضب سے ہمیشہ انسان کو نقصان پہنچتا ہے، اس میں فائدے کا کوئی پہلو نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری قوتوں کے باوجود کبھی انتقامی جذبات سے کام نہیں لیا۔

قریش مکہ نے مارنے کی دھمکی دی، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسمِ اطہر پر نجاستیں ڈالیں، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا، آپ کی شان میں ہزار گستاخیاں کیں، مگر کوئی ایسی مثال نہیں کہ غیظ و غضب سے بے قابو ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کارروائی کی ہو، اگر آپ چاہتے تو ایک اشارے میں ہزاروں تلواریں نکل سکتی تھیں، مگر قربان جائیے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اس راہ کو اختیار کیا اور نہ مسلمانوں کو اس کی ہدایت دی، بلکہ موقع بہ موقع آپ صحابہ گرامؓ کے جذبات کو سکون دینے کی کوشش کرتے اور انہیں صبر و ضبط تواضع و بردباری کا سبق سکھاتے رہتے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا تو مکہ کا سارا ماحول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجنبی بن گیا، وہی لوگ جن کے پیچ آپ کا بچپن اور آپ کی جوانی گزری، جو آپ کی امانت و صداقت کے بڑے مداح اور عاشق تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف اور جانی دشمن ہو گئے، آپ کے رشتے دار اور اہل خاندان جن سے آپ کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں، ان کا بھی آپ کو کوئی سہارا نہیں ملا، وہ بھی انجانے اور نا آشنا ثابت ہوئے، تنہا توحید کا پیغام لیے گھر سے باہر نکلے، مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ حالات کا رخ بدل گیا، ناموافق ہوائیں اب موافق ہو گئیں، دشمنوں کے دل پیچ گئے اور پھر وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دیوانے بنے کہ تاریخِ انسانیت میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ عرب کی اجڈ اور گنوار قوم کے دل و دماغ میں اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت اتنی جلدی کیسے رچ بس گئی اور کس طرح ان جانے دشمنوں نے دل و جان سے آپ کی امارت و اطاعت کو قبول کر لی، یقیناً اس پر انسانی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ سیرت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے اس تاریخی انقلاب میں جہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں زبان، اعلیٰ اخلاق، بہتر لب و لہجہ اور پیہم جدوجہد کا حصہ ہے، وہیں

آپ ﷺ کا صبر و تحمل، بردباری اور قوت برداشت نے بھی بڑا اہم رول ادا کیا۔ بلاشبہ صبر و تحمل کا وصف انتہائی مفید و معنی خیز ہے، اس سے سعادت و بھلائی، سکون و اطمینان اور کیف و نشاط کے مواقع ہاتھ تو آتے ہی ہیں، ساتھ ہی صبر و استقامت کی راہ پر چل کر لوگوں کی قیادت و امامت کا درجہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، خدا نے اپنا یہ دستور اور قانون بہت پہلے ہی ان الفاظ میں سنایا ہے: ”ہم نے ان میں سے بعض کو قائد اور امام بنایا جو ہماری باتوں سے لوگوں کو واقف کراتے تھے، یہ ان کے صبر کا بدلہ ہے۔“ (سورۃ السجدہ: ۲۴) مؤمن کی زندگی کا وہ کون سا لمحہ ہے جس میں اسے جسمانی اور روحانی اذیت و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا ہو، تاریخ شاہد ہے کہ جس نے بھی ان تکلیف دہ مواقع میں صبر و تحمل سے کام لیا، اس کے لیے بعد میں راستے ہموار ہو گئے، کامیابی کی منزل قریب ہو گئی اور پھر بعد میں دشمنوں کے دل بھی بدل گئے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مکہ دور کی تمام مصیبتوں کو مسکراتے ہوئے قبول کر لیا، اعلان توحید کے بعد بت پرستوں نے رسول اکرم ﷺ کی اذیت رسانی کے لیے جونت نئے طریقے ایجاد کیے تھے، اس کی طویل اور دردناک داستان سیرت کی تقریباً تمام کتابوں میں موجود ہے۔ طائف کا واقعہ کسے یاد نہیں ہے، مگر وہاں نبی رحمت ﷺ کا جواب تھا: اگر ان لوگوں نے ایمان قبول نہیں کیا تو مجھے امید ہے کہ ان کی نسلیں ضرور اسلام سے وابستہ ہوں گی، اس صبر و برداشت کی کیا دنیا مثال پیش کر سکتی ہے؟ یہیں تک نہیں، دشمنوں سے انتقام کا سب سے بڑا موقع فتح مکہ کا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے سب کو معاف فرمادیا ”تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔“ وہ لوگ جو خون کے پیاسے تھے اور جن کے دستِ ستم سے آپ ﷺ نے طرح طرح کی اذیتیں اٹھائی تھیں، ان تمام کو رسول اللہ ﷺ نے معاف فرمادیا۔ آپ ﷺ کے صبر و تحمل اور قوت برداشت کے منفرق حیرت انگیز واقعات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں، جن میں بڑی عبرتیں پوشیدہ ہیں اور مصیبت زدگان کے لیے تسلی کا سامان بھی۔ یہ آپ ﷺ کی سیرت پاک اور حیات طیبہ کا وہ تاریخ ساز پہلو ہے، جو ہمیں غصے اور اشتعال کی راہ کو چھوڑ کر عفو و درگزر اور صبر و برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔



افسوس ناک رویہ

مولانا طلحہ رحمانی

آج کل جس تکلیف دہ بلکہ اذیت ناک صورتحال سے ہم دوچار ہیں اس نے ہر صاحب درد کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ روزانہ معروف ”دینی“۔۔۔۔۔ ”علمی“۔۔۔۔۔ ”روحانی“۔۔۔۔۔ ”عقبرئی“ اور ”یکتا“ خدمات انجام دینے والی شخصیات راہی اجل کو لیک کہہ کر اگلے جہاں کی طرف رواں ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ اور ہر جانے والا ایک آدھ روز کے فرق سے جانے والے کا غم بھلا کر دوسرے غم کا سامنا ہوتا ہے تو پہلے والے کی جدائی کا زخم اور گہرا ہوجاتا ہے۔۔۔۔۔ اور بعض بزرگ و اسلاف اور مشاہیر امت کی وہ نایاب جواہر ہستیوں کے امراض کی خبریں سن کر۔۔۔۔۔ پڑھ کر دل کی دھڑکنیں تیز اور مغمومیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔۔۔۔۔ ابھی مفتی عاصم زکی رحمہ اللہ جیسے ہر درد دل رکھنے والے ہر لعزیز کا دنیا سے جانے کے درد نے ہر ایک کو افسردہ و رنجیدہ کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ ایک دم مولانا زرولی خان رحمہ اللہ جیسی عبقری شخصیت کی فرقت الم کو سہنا پڑا۔۔۔۔۔ ابھی ان کی جدائی کے درد ناک بادلوں کی برسات روکی نہیں تھی کہ نوجواں ادیب قلم کار اور کئی علمی و تحقیقی کاموں کو انجام دینے والی شخصیت برادر محترم مولانا ابن الحسن عباسی کی روح فرسارحلت کی خبر نے ہر علم دوست کو غم و اندوہ کی کیفیت سے دوچار کر دیا۔۔۔۔۔ دل غمگین، نمناک آنکھیں، افسردہ افسردہ سے انداز میں اپنے محبوب دوست کی داستاں فراق کی سوچوں میں گم اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر رہا تھا کہ سماجی رابطوں کے ذریعہ سے بعض مستند شہرت رکھنے والے بظاہر ذمہ دار حضرات کی جانب سے استاد العلماء مولانا فضل محمد حفظہ اللہ (استاد الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کے حوالہ سے جھوٹی خبر سامنے آئی تو دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

تصدیق کیلئے موبائل سے کال ملانے کیلئے ہاتھوں پہ فطری لرزہ ساطاری ہو گیا۔ یاد رہے کہ اس

دستاویز اور تحریروں کی تشہیر کر کے دین دشمنی کا کردار ادا کر کے گناہ میں مبتلاء ہو کر اللہ کے عذاب کے موجب بھی بن جاتے ہیں۔

جبکہ اسی نوعیت کی کئی مذموم کوششیں وفاق المدارس کے میڈیا سینٹرز کے وال پیپر پہ جعلی پوسٹیں چلا کر جانے انجانے میں دینی مراکز، دینی تشخص، دینی اقدار کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔ اور اسی طرح آئے روز اکابر وفاق المدارس، علمی قدر اور شخصیات، فکری و نظریاتی کام کرنے والی جماعتوں و تنظیموں سے وابستہ زعمائے ملت کے ناموں سے جعلی آئی ڈیز، فیک پیج بن کر عوام اور خصوصاً دین سے وابستہ ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششوں کا حصہ بھی بن جاتے ہیں۔

مجھے حیرت ان لوگوں پہ ہوتی جو کئی سالوں سے سوشل میڈیا کی پراسرار دنیا سے منسلک ہیں اور صحیح و غلط کی سوچ، سمجھ، سوجھ بوجھ کا بخوبی ادراک رکھنے کے باوجود منفی پروپیگنڈوں کی لہروں میں بہہ جاتے ہیں۔۔۔ ایسی صورتوں میں جن لوگوں کو تکلیف و اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کاش وہ عناصر اس کا احساس ہی کر لیں۔۔۔ کیونکہ۔۔۔ ایسی غلط خبروں کی اشاعت سے ان کے گھر والوں۔۔۔ ان کے اعزہ و اقارب۔۔۔ ان کے تلامذہ۔۔۔ ان کے محبین و متعلقین کو جس کرب کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں کئی صاحب نسبت مستجاب الدعوات بھی ہوتے ہیں۔۔۔ اور اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو اس کرب و اذیت میں مبتلاء ہو کر اس منفیت کا پرچار کرنے والوں کے خلاف کیا جذبات ہوتے ہوں گے۔۔۔؟؟؟

ہر صاحب دل۔۔۔ ہر عقل و شعور رکھنے والا اس مسئلہ کا بہترین تجزیہ خود کر سکتا ہے۔۔۔ میں اپنے احباب خصوصاً سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں سے دست بستہ عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔۔۔ خدا را۔۔۔!!!! ہوش و حواس کے ساتھ ذمہ داری کا احساس کریں۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل ہم کو بھی کبھی ایسی تکلیف دہ مشکل صورتحال کا سامنا کرنا پڑے اور کوئی ہم سے ہمدردی کرنے والا نہ ہو۔۔۔ سوچیں۔۔۔ کل اگر ہمارے گھر کے معزز فرد۔۔۔ ہمارے محبین۔۔۔ ہمارے اساتذہ۔۔۔ ہمارے مادر علمی۔۔۔ یا جن سے ہمیں محبت ہو۔۔۔ عقیدت ہو۔۔۔ ان کے بارے میں ایسی جعلی۔۔۔ فیک۔۔۔ اور غلط بات کی تشہیر ہو تو ہم پہ کیا گزرے گی۔۔۔ بہر حال اگر کوشش کی جائے تو اکثر

حضرات آسانی تصدیق کر سکتے ہیں۔۔۔ رابطوں کے حصول کیلئے کئی آسان طریقے اور سہولتیں ہمیں حاصل ہیں۔۔۔ اور متعلقہ صورتحال میں جب حتمی بات سامنے آجائے تو پھر وہ آگے اپنے دوستوں سے مشارکہ (شمیر) کر دیں۔۔۔ اپنے احباب ذی شعور اور باضمیر دوستوں کو اس مختصر سی تحریر کے ذریعہ دعوت فکر دیتا ہوں۔۔۔ کہ سنجیدہ، باوقار اور ذمہ داری کا مظاہرہ کریں۔

جس ”ذریعہ سے آپ کو غلط خبر موصول ہوئی ہو تو“ اس سے ضرور پوچھیں اور جس ادارہ یا شخصیت کی بابت وہ منفی اور غلط خبر ہو تو دیانت کا تقاضا ہے کہ ان کو بھی اس سے مکمل باخبر رکھیں تاکہ ہم مزاج ساتھی مل کر مشترکہ اس ناسور کے خلاف کارروائی کر کے حق و سچ کے پرچار کا حصہ بنیں اور دین دشمن عزائم رکھنے والوں کی طوفانی یلغار کے سامنے فولادی دیوار کی مانند کھڑے ہو جائیں۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ہماری اس کوشش سے یہ روایتی بدروش ختم تو نہیں ہوگی لیکن کم از کم اپنی بساط یا اپنے دائرہ اور اپنے حلقوں حد تک کوشش تو کر سکتے ہیں۔۔۔ کیا پتہ کہ۔۔۔ ہماری اس مخلصانہ و دردمندانہ کاوشوں سے ایسے عناصر کی اصلاح ہو جائے یا رہنمائی کا ذریعہ بن جائے۔۔۔ دوستوں سے آخری گزارش یہ بھی ہے کہ اس رویہ کے خلاف مزید کیا موثر اور قابل عمل اقدامات کئے جائیں۔۔۔؟؟؟؟

مذکورہ رویہ کے خلاف اپنی اپنی مختصر و جامع آراء و تجاویز بھی ضرور پیش کرنے کی کوشش کریں۔۔۔ تاکہ ہم مطمئن ہوں کہ ہمارا ضمیر، ہماری فراست مومن والا شعور زندہ رہے۔۔۔ اور ہم خیر کے اس کام کا ذریعہ بن جائیں۔ جزاکم اللہ



مفتی زرولی خان رحمہ اللہ

ایک حق گو عالم دین

حبیب حسین

اسلاف کی علمی و اخلاقی روایات کے امین ایک ایک کر کے بزم دنیا کو خیر باد کہہ کر آخرت کے سفر پر روانہ ہو رہے ہیں۔ سن 70 کی دہائی سے ہمت و استقامت کے ساتھ قرآن و حدیث کی تدریس کی مبارک مسند پر جلوہ افروز رہ کر تشنگان علم کو سیراب کرتے کرتے آخر مفتی زرولی خان بھی مسافر ان آخرت میں شامل ہو گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی زرولی خان صاحب چار سال سے سانس کے عارضے میں مبتلا تھے۔ چند ماہ سے بستر علالت پر تھے۔ شدید علالت میں کبھی ان کی مسند تدریس ویران نہ ہوئی۔ کورونا کے سبب لاک ڈاون کے دنوں میں انہوں نے آن لائن قرآن کے دروس دیے۔ زندگی کے آخری جمعۃ المبارک کی تقریر تو اندازہ ہوا کہ صحت کافی بہتر ہو گئی ہے، مگر اچانک پھر شب کو انہیں دل کا عارضہ ہوا۔ ہسپتال منتقل کر دیے گئے مگر جانبر نہ ہو سکے۔ ان کے کوچ کر جانے سے ہم ایک ایسے حق گو اور جری عالم دین سے محروم ہو گئے جنہیں قرآن و حدیث سے عشق اور کتابوں سے جنون کا رشتہ تھا۔

ان کی ساری زندگی اس عشق اور اس جنون کی عملی تصویر تھی۔ ان کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا وہ کبھی پر نہ ہو سکے گا۔ مفتی صاحب اپنی وضع کے منفرد عالم دین تھے۔ وہ اسلاف کی روایات پر شدت سے کار بند تھے۔

ان کی تحریر و تقریر میں اسلاف کی علم پروریوں اور اخلاقی قدروں کے حوالے بکثرت ملتے تھے۔

علامہ انور شاہ کشمیری اور ان کے شاگرد رشید امام محمد یوسف بنوری سے انہیں والہانہ عقیدت و شینگی تھی۔ دونوں حضرات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا چہرہ وارفتگی اور انبساط کی دلکشا کیفیت کی معصوم تصویر بن جاتا تھا۔ جیسے ایک ننھا طالب عالم اپنے محسن استاذ کے روبرو ادب و تواضع کا پیکر بنے کھڑا ہو۔

کتابیں ان کا اوڑھنا چکھونا تھیں۔ کتابوں کے نایاب مخطوطوں کے متلاشی رہتے تھے۔ چنانچہ بیرون ممالک سے منہ مانگی قیمت پر انہوں نے بیسیوں نایاب کتابوں کے مخطوطے حاصل کیے۔ وہ کتاب پڑھتے ہی نہ تھے بلکہ دماغ کی لوح پر اس کا عکس اتار لیا کرتے تھے۔ گفتگو کے دوران، روانی سے بے تکان وہ کتابوں کے حوالے دیا کرتے تھے۔ میں نے راسخ اہل علم کی مجلسوں میں علمی مسائل پر ان کی گفتگو سنی۔ وہ اپنے بے باک اور دل پذیر تر تکلم کے لیے مشہور تھے۔ ممتاز اہل علم کی مجلس میں گفتگو کرتے تو سب پر حاوی ہو جاتے تھے۔

عربی، فارسی، اردو اور پشتو کے بے شمار اشعار نوک زبان تھے۔ متقدمین و متاخرین کے کتابوں کے عربی متون وہ اہل علم کی مجلس میں اس انشراح سے پیش کرتے تھے جیسے ان کے سامنے درس گاہ کے طلبہ بیٹھے ہوں۔ عربی عبارت میں وہ اعراب کی صحت کا خیال رکھتے تھے۔ خوابوں کی تعبیر میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ بذلہ سنخ، حاضر جواب اور بدیہہ گو تھے۔ موقع محل کی مناسبت سے برجستہ چٹکلہ، شعر یا کوئی ضرب المثل پیش کرنے میں شاید ہی ان کی نظیر نہیں مل سکے۔

درس میں مجلسی گفتگو میں وہ عربی فارسی پشتو اور اردو کے اشعار اپنی خاص لے میں پڑھتے۔ مفتی صاحب کے اس طور سے میری طرح بہتوں کی محبت تھی کہ لگی لپٹی رکھے بغیر اپنی بات کہہ جاتے۔ اس ادا سے ان کے بعض معاصرین کو خفگی ہو جاتی تاہم اپنی غلط فہمی پر متنبہ ہونے کے بعد اعلانیہ رجوع کو کبھی انہوں نے انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔ اہل علم سے محبت کرتے تھے۔

ہمارے ایک دوست بتا رہے تھے کہ پشاور سے آئے ہوئے علماء کے ایک وفد کے ساتھ ہم مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس کے لیے میں مفتی صاحب سے پیشگی وقت لیا تھا۔ جب جامعہ احسن العلوم کی گلی میں داخل ہوئے تو طلبہ دورویہ قطار بنائے، پھول ہاتھ میں لیے مہمانوں پر نچھاور کرنے

لگے۔ گیٹ پر پہنچے تو خود مفتی صاحب دو بکروں اور ایک بڑے جانور کے ساتھ استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ تینوں کو موقع پر ہی ضیافت کے لیے مہمانوں پر ”قربان“ کر دیا۔ کراچی میں ان کے جو چند بے تکلف دوست تھے۔ ان میں ہمارے استاذ ڈاکٹر مولانا عادل خان شہید بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب جب ملائیشیا میں مقیم تھے تو اس ناکارہ کے موبائل سے واٹس ایپ پر ان کو محبت بھرا صوتی پیام دیا۔ اس دوران مفتی صاحب دورہ حدیث کی کلاس تشریف میں لے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ بھی پشتو زبان میں ریکارڈ کرواتے رہے۔ مفتی اور مبلغ دعائیہ کلمات اس قدر روانی سے کہتے رہے کہ ان کی زبان کی فصاحت پر رشک آتا۔ مفتی صاحب نے اس گفتگو میں فرمایا: ”ڈاکٹر صاحب! آپ کراچی کو یتیم کر کے چلے گئے ہیں۔ خدا را واپس لوٹ آئیے۔ یہاں مدارس اور مساجد کا مقدمہ جس جرأت سے آپ لڑ سکتے ہیں، وہ جرأت کسی میں نہیں۔“

ان کے دوست مولانا ڈاکٹر عادل خان پاکستان لوٹ آئے اور مدارس ہی کا مقدمہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ دونوں میں قدر مشترک جرأت تھی۔ آج مفتی زرولی خان کی روح بھی اپنے یار بے تکلف سے مل کر شادم کام ہوئی ہوگی۔

اشاعت: روزنامہ اسلام-9 دسمبر 2020ء



تھکا مسافر

عزیز الرحمن عظیمی

مکان نمبر 301 کاکین، سلیم منزل کا میرا پڑوسی البتہ میرے لئے نسبتاً نیا تھا کیوں کہ وہ ہمارے جامعہ کا پڑھا ہوا نہ تھا جو نقش خیال میں منصہ استاذاں پہ جلوہ گر ہوتا یا صف طالبان میں آتا جاتا جھلکتا دیگر 8 میں سے 7 گھروں کے رہائشی اپنے استاذ، ساتھی یا دوست تھے۔ مخدوم مکرم شیخ ولی خان المعطر، برادر مفتی عبداللطیف طالقانی مولانا اسد اللہ اخندزادہ، مولانا حبیب زکریا، مولانا جاوید بلتی، مولانا منظور شاہ اور دوسرے حضرات.... یہ اکیسویں صدی کے پہلے عشرے کے جامعہ فاروقیہ کراچی میں ہماری پردیس بستی کا ایک جزوی منظر نامہ ہے 1995 کو جب ہم جامعہ میں اپنی رسمی تعلیم سے فراغت کے اختتامی ایام گزار رہے تھے 301 والے ان صاحب کا نیا نیا چہرہ جامعہ کی راہ داریوں میں نظر آنے لگا تھا۔

ہمارے بھائی مفتی فضل سجان مرحوم نے ان کا نام مسعود باللہ لیا، ان سے اپنی طالب علمانہ رفاقت اور شناسائی کا بھی ذکر کیا، اور طور غرگوان کا جنم دھرتی بتایا جبکہ یہاں وہ ابن الحسن عباسی کہلاتے تھے عباسی کاسٹ تھی ان کی (پختون عباسی تھے) پرانے مدرسہ فیروز یا کلیوال احباب سے مگر ان کا اب کوئی زیادہ ربط ضبط نہ تھا اور نہ وہ اس کے لئے آمادہ نظر آرہے تھے آوارگی کے خوگر ساتھی کم ہی ان کے قریب پھٹکتے تھے کیوں کہ ان کے پاس اب ایسے دوستوں کے لئے کوئی وقت نہیں تھا جانے کس پیر کامل کی نگاہِ کیمیا اثر پڑی تھی کہ اب وہ اپنا وقت برباد کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ ہر قیمت پر اسے قیمتی بنانے کا عزم مصمم کیے ہوئے تھے جو ہمارے ضیاع الوقتی کے قومی مزاج سے قطعاً میل نہیں کھاتا استاذ محترم مولانا ولی خان

المظفر بھی ان کے رفقاء طالب علمی، اور علاقائی تعلق داروں میں سے تھے مگر وہ سینئر ہونے کے باوجود ان کی بے پناہ قدر داں اور شناخواں تھے بہت جلد ہی ابن الحسن عباسی صاحب نے صدر روفاق المدارس کے ملک کے صف اول کے ادارے میں اپنی علمی قابلیت کا لوہا منوالیا فاروقیہ میں ان کا جادو سرچڑھ کے بولا کہ تدریس کی دنیا کے تو حضرت شیخ بے تاج بادشاہ تھے مگر تصنیف و تالیف کی ان کی کوئی کاوش کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکی تھی۔

عباسی وہ پہلا آدمی تھا جس نے اس سنگ راہ کو عبور کر لیا تھا تدریس و تفسیم کے علاوہ ان کا امتیازی کمال انشاء اور تحریر کی اعلیٰ صلاحیتوں کا تھا ہمارے دورہ حدیث کے سال جامعہ کی طرف سے ملکی (یا صوبائی) سطح پر ایک بین المدارس تحریری مقابلہ ہوا جس میں ہماری پہلی پوزیشن آئی کہا جاتا تھا کہ یہ ادارے کا کشف الباری پر تحقیقی کام کے لئے افراد ڈھونڈنے کی ایک اسکیم ہے اور عباسی صاحب تحریریں جانچنے کے من جملہ ذمہ داروں میں سے تھے (یعنی ہماری قلم کاری ان کے معیار پر پوری اتری) تین چار سال بعد جب مادر علمی میں ہمیں تدریس کا موقع ملا تو عباسی صاحب کے معمولات قریب سے دیکھنے کو ملے دارالتصنیف کو انہوں نے مستقل آشیانہ بنایا تھا اور اس گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر حضرت مدنی کے شاگرد رشید کا دنیا بھر میں ڈنکا بجا رہے تھے گو کہ ہم دونوں میں ذہنی ہم آہنگی بالکل بھی نہ تھی رجحانات میں کافی خلیج تھا، انہوں نے ہم فقیروں کو درخور اعتنا جانا نہ ہمیں ان سے نیاز رہا ان کے قلم کی فتوحات اور کرشمہ سازیوں کے کامل اعتراف کے ساتھ ہمیں ان کی فکری راہ نوردی سے مکمل اختلاف رہا مگر ہم سایہ و ہم مدرسہ ہونے کی بنا پر قربت و یک جائی بھی رہی وہ مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا فضل الرحمن کے پکے ناقد تھے اور ہمارے یہ دونوں فیورٹ اور آئیڈیل تھے۔

میرے خیال میں علاقائی پسماندگی، خاندانی نا آسودگی اور غریب الوطنی نے ان کو اندر سے کاٹ کر رکھ دیا تھا ان کا دل مجروح اعصاب شکستہ اور دماغ تھکا ہوا تھا ان میں کم وقت میں نامور بننے اور بہت ہی غیر معمولی رول پلے کر کے گویا دنیا سے انتقام لینے، اور اپنا جائز مقام چھین لینے کا پختہ ارادہ اور زبردست جذبہ تھا جس نے ان کو محض 30، 35 برس میں گونا گوں کتابیں لکھنے اور دنیائے علم و دانش سے داد پانے کا موقع بہم پہنچایا انہوں نے جہد مسلسل، سعی پیہم، انتھک محنت اور کامیاب منصوبہ بندی سے قائمہ رجال

میں اپنے لئے نمایاں مقام حاصل کیا علمی مقام کے علاوہ معاشی استحکام اور معاشرتی ارتقا بھی ان کا مطمح نظر تھا جس کے لئے انہوں نے کیا کیا جتن نہیں کئے تھے بہت سی کامرانیوں کے ساتھ کافی ناکامیاں بھی دیکھیں جس کے باعث شاید مزید ٹوٹ پھوٹ گئے تھے مگر دنیا سے دنیا کی شکایت کبھی نہ کی، تنہا مردانہ وار آگے ہی بڑھتے اور نئی نئی تدبیریں اور اسکیم بناتے رہے گرتے پڑتے بھی اپنا ترقی کا سفر جاری رکھا بلاشبہ علم و ادب کے ایک خوبصورت باب کے طور پر تادیر یاد رکھے جائیں گے جہاں علم و ادب کے مکتبے میں ہزاروں وقیع اور قیمتی صفحات کا اضافہ کیا جیتے جاگتے مکتبوں اور مطبعوں میں برادر مولا نور المتین اور مولانا نور الرحمن ہزاروں جیسے نابغوں کو بھی تخلیق کیا ہم سب گلشن سلیمی کے خوشہ چینوں کے محسن ہیں کہ ہمارے شیخ کے علوم و معارف کی حفاظت و اشاعت میں استاذ محترم مولانا نور البشر صاحب کے ساتھ ملکر نمایاں کردار ادا کیا جبکہ یہ دونوں حضرات دارالعلوم کراچی کے فضلاء ہیں۔

آج مفتی اسماعیل جمیل کے ساتھ تعزیت کے لئے مسجد فیض الغفور، جامعہ تراث الاسلام جانا ہوا یہ دینی مدرسہ 2007 سے اسی مسجد میں قائم ہے جہاں مرحوم کے تالیف مولانا غلام محمد عباسی صاحب شیخ جامعہ حمادیہ کراچی ہوتے تھے، اس جگہ جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ فاروقیہ، صدیقیہ، حمادیہ کے ساتھ ہی یہ ادارہ ایک خوبصورت مالا میں قیمتی موتی کی طرح نظر آ رہا ہے، یہاں وہ دسیوں سال سے علم و معرفت کے موتی بکھیرتے رہے آج یہاں عباسی صاحب کے کلیوں جیسے معصوم بچوں کو دیکھا تو دل دکھا، ان معصوموں کو ابھی والد کی بہت ضرورت تھی مگر داعی اجل پہلے ہی آپہنچا۔

مولانا علیل ہوئے برین ٹیومر کا آپریشن جان لیوا ثابت ہوا اور یوں ابنائے مدرسہ اور ہزاروں روحانی فرزندوں کے ساتھ حقیقی بچوں کو محض 48 سال کی عمر میں یتیم چھوڑ گئے تاہم قدرت کی رحمت و نگہبانی مادری پدری شفقتوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے رب العالمین ان کی دستگیری فرمائے ان کو مقام "مسعود" عطا فرمائے۔ اور حضرت کے سینات سے درگزر فرمائے۔



بیس ملکوں کا سفر

مفتی تقی عثمانی مدظلہ

قسط نمبر: 16

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کراتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحیر، استعجاب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روئیداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزانہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

اس اجتماع میں طلبہ کے علاوہ طالبات بھی آیا کرتی تھیں، جن کے لئے الگ الگ جگہ مقرر تھی تمام طالبات خاصی حد تک حجاب کی رعایت کے ساتھ آئیں ان کا پورا جسم ایک ڈھیلی عبا میں چھپا ہوا ہوتا اور سر اور گلے پر اوڑھنی اوڑھے ہوتیں جو عموماً سروں سے باہر جھکی ہوتی تھی اور ان سے سر کا کوئی بال بھی ظاہر نہیں ہوتا تھا، البتہ چہروں پر نقاب نہیں تھا اس طریقے سے شرعی پردے کی مکمل پابندی تو نہیں ہوتی لیکن الجزائر جن

حالات سے گذر رہے ان میں جدید تعلیمی اداروں کی طالبات کا اتنا اہتمام کر لینا بھی بسا غنیمت تھا۔

احقر کی تقریر کے بعد ایک نشست میں ایک طالبہ نے ایک پرچہ میرے پاس بھجوایا اس پرچہ میں اس نے پاکستان کے ساتھ اپنی محبت اور اس کے حالات معلوم ہونے پر مسرت کا اظہار کیا تھا اور افغانستان کے جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں اس کا کیا راستہ ممکن ہے؟ نیز ہم میں سے بعض بہن بھائیوں نے مجاہدین افغانستان کے لئے کچھ رقم جمع کی ہے جسے بھیجے گا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں اس کا کوئی راستہ بتائیے اس کے علاوہ مجاہدین کے ساتھ ہمدردی اور اخوت کے اظہار کا ہمارے پاس کوئی طریقہ تو نہیں تھا اس لئے ہم نے ان کو داد شجاعت دینے کے لئے کچھ ترانے کہے اور انہیں چھوٹے بچوں سے پڑھوا کر ان کے کیسٹ تیار کئے ہیں جو ہم اپنے مجاہد بھائیوں کو بھیجنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ ان کے دینی بھائی بہن ہزار ہا میل کے فاصلے پر رہ کر بھی ان کے لئے دعا گو ہیں، ان کیسٹوں کو وہاں پہنچانے کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ اور آخر میں یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ افغانستان کے محاذ پر جنگ کے دوران بہت سی کراٹیں بھی ظاہر ہو رہی ہیں ان کراٹوں کے کچھ واقعات ہمیں سنائیے۔

طلبہ کے اس معصوم جذبے سے طبیعت بہت متاثر ہوئی اور ان سوالات کا جواب بھی میں نے انہیں تحریری طور پر دے دیا جس میں ان کی ہمت افزائی اور کچھ دینی نصائح بھی تھیں تاہم میرا خیال تھا کہ شاید نوعمر طلبہ کا وقتی جوش ہو لیکن پاکستان میں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ محض وقتی جذبہ نہیں تھا ان طلبہ نے میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق مجاہدین کی امداد و حمایت کا ہر ممکن طریقہ جاری رکھا۔

قدیم شہر بجایہ میں

کانفرنس کے پروگرام اس قدر مسلسل تھے کہ شہر بجایہ کے اندر جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا مجھے چونکہ یہاں تاریخی مقامات دیکھنے کا شوق تھا اس لئے ایک دن شام کی نشست کی حاضری موخر کر کے ایک الجزائر دوست کے ساتھ قدیم شہر کے اندر جانے کا پروگرام بنایا یہ شہر سمندر کے کنارے پر واقع ہے اور اس کی عمارتیں سطح سمندر سے سطح کوہ تک بتدریج بلند ہوتی چلی گئی ہیں۔

بیشتر سڑکیں بھی ڈھلوان ہیں اور بعض جگہ چڑھائی اتنی سیدھی ہے کہ چلنے والوں کے سہارے کے

لئے سڑکوں کے کنارے پر پائپ لگائے ہوئے ہیں۔

ہم سب سے پہلے بجایہ کے قدیم دروازے پر پہنچے جو "القصبة" کہلاتا ہے اس کے دروازے کے ساتھ ایک کتبہ لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت تحریر ہے

قلعہ قصبہ جیسے موحدین کے شاہی خاندان نے 1145ء سے 1160ء تک (ساتویں صدی ہجری) کے درمیانی عرصے میں تعمیر کیا اس قلعے کے اندر ایک مسجد ہے جو ایک عظیم درس گاہ رہ چکی ہے جس میں بڑے بڑے علماء نے درس دیا ہے جن میں علامہ ابن خلدون بھی شامل ہیں۔

قلعے کے اندر داخل ہوئے تو ایک شکستہ اور بوسیدہ عمارت نظر آئی جو قدیم طرز تعمیر کا نمونہ تھی۔ قلعہ کا بیشتر حصہ کھنڈر ہو چکا ہے صرف چند عمارتیں باقی ہیں اور وہ بھی مائل بہ فنا نظر آتی ہیں جو تھوڑے بہت آثار باقی ہیں ان میں چند بالاخانے ہیں ایک کشادہ لان ہے جس میں حمام کے طرز کے کچھ کمرے بنے ہیں اسی میں ایک کنواں بھی ہے اور قلعے کی فصیل ہے جہاں سے ساحل سمندر تک کا منظر سامنے ہے۔

لیکن قلعے کے بچوں بچ جو عمارت اپنی قدیم بنیادوں پر قائم ہے وہ قلعے کی وہی مسجد ہے جس کی نشاندہی مذکورہ بالا کتبے میں کی گئی ہے مسجد کا ہال کافی کشادہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ علامہ ابن خلدون کے وقت سے اس عمارت میں کوئی ردوبدل نہیں کیا گیا، مسجد کے درمیانی ستون بھی اسی دور کے ہیں یہاں تک کہ اب یہ عمارت اس قدر مخدوش ہو گئی ہے کہ اسے زائروں اور سیاحوں کے لئے کھولا بھی نہیں جاتا۔

اتفاق سے آثار کے ایک افسر میرے الجزائر دوست سلیم کلال صاحب کو بل گئے تھے انہوں نے مسجد کو خاص طور پر کھلوا یا۔

یہ عظیم الشان مسجد آج غیر آباد تھی اس کے ستونوں نے اس کی چھت کا بوجھ بمشکل سنبھالا ہوا تھا لیکن اس کے در دیوار پر عہد ماضی کے دھندلے دھندلے آثار عہد رفتہ کی عظمتوں کی داستان سنار ہے تھے۔ انہوں نے یہاں ابن خلدون جیسی نابغہ روزگار ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود دیکھا تھا اور تاریخ اسلام کے اس عظیم مفکر کی باتیں سنی تھیں جس کی نظیر کئی صدیوں میں خال خال پیدا ہوتی ہے ابن خلدون بجایہ میں وزیر بھی رہے، قاضی بھی، خطیب بھی اور استاذ بھی۔

جامع مسجد اور باب البنود

قصبہ کے قلعہ سے نکل کر ہم کافی چڑھائی چڑھنے کے بعد شہر کے پتوں پتچ یہاں کی جامع مسجد میں پہنچے، یہ شہر کی قدیم جامع مسجد ہے جس میں بے شمار علمائے سلف نے نمازیں پڑھیں خطبے دیئے ہیں اور درس دیئے ہیں جن میں شیخ اکبر محی الدین بن عربی، علامہ عبدالحق اشنبیلی (صاحب "الاحکام") علامہ ابن سید الناس (شرح ترمذی، وصاحب "عیون الاثر") (متوفی 659ھ) حافظ ابن الآبار القضاہی (صاحب مسند الشہاب و التکملة للصلة) (متوفی 658ھ) علامہ ابوبکر بن محرز (متوفی 655ھ) جیسے جلیل القدر علماء شامل تھے۔

یہ مسجد بحمد اللہ آج بھی آباد ہے اس کے صحن کے دونوں طرف بنے ہوئے کمرے زمانہ قدیم سے چلے آ رہے ہیں یہ علماء کی درس گاہ اور طلبہ کی اقامت گاہیں تھیں اب بھی یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری تو ہے لیکن سرکاری تحویل اور انتظام میں۔

مسجد کا ایک بغلی زینہ پہاڑی اونچائی سے ایک زیریں سڑک پر اترتا ہے یہ سڑک شہر پناہ پر جا کر ختم ہوئی ہے یہاں قدیم زمانے سے شہر کی فصیل کا ایک دروازہ بنا ہوا ہے جسے باب البنود کہتے ہیں۔ اوپر خوبصورت برج اب بھی باقی ہیں اس دروازے کی بیرونی دیوار پر یہ عبارت تحریر ہے۔

یہ باب البنود الفوقہ ہے جو شہر کا صدر دروازہ سمجھا جاتا تھا اس کے اوپر ایک خوبصورت عمارت ہے جس میں سلطان حمادی کی وہ نشست گاہ بھی ہے جس پر بیٹھ کر وہ اجتماعات کے انتظامات کی نگرانی اور آنے والے قافلوں کا استقبال کرتے تھے۔

علامہ عبدالحق اشنبیلی کے مزار پر

اتنا تو احقر کو معلوم تھا کہ بجایہ میں مشہور محدث علامہ عبدالحق اشنبیلی کا مزار ہے، علم حدیث کے طلبہ اور اساتذہ کے لئے علامہ عبدالحق اشنبیلی محتاج تعارف نہیں، ان کی مشہور کتاب "الاحکام" کے حوالے شرح حدیث میں جا بجا ملتے ہیں، خاص طور پر حافظ زلیعی اپنی کتاب "نصب الرایہ" میں ان کے بہ کثرت حوالے دیتے ہیں۔

علامہ ابن القطن کی مشہور کتاب "الوہم ولا یھام" انہی کی کتاب پر تنقید ہے، ان کی یہ کتاب ابھی

تک چھپی نہیں ہے لیکن پیر حجنڈو کے کتب خانے میں احقر نے اس کا قلمی نسخہ دیکھا ہے بہر صورت وہ ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں اور بجایہ آنے کے بعد ان کے مزار پر حاضری کا اشتیاق تھا لیکن کوئی مناسب رہنما نہیں مل رہا تھا۔

اس وقت بھی احقر کے رہنما سلیم کلال صاحب خود بجایہ کے باشندے نہ ہوئے کی بنا پر مزار سے واقف نہ تھے بالآخر ہم پوچھتے پوچھتے وہاں تک پہنچ ہی گئے۔ باب البنود کسی وقت شہر کی آخری حد تھی لیکن اب شہر اس سے کافی آگے پہنچ گیا ہے چنانچہ باب البنود سے نکلنے کے بعد کافی آگے چل کر ایک گنجان سی سڑک پر ایک چھوٹی سی مسجد تھی اس مسجد کے اندر علامہ عبدالحق کا مزار ہے۔ مزار کیا ہے؟ ایک چھوٹا سا احاطہ بنا ہوا ہے جس میں قبر کا بھرا ہوا نشان بھی موجود نہیں، یہاں یہ عظیم محدث آرام فرما ہیں۔

علامہ عبدالحق اشبیلیؒ 510ھ میں اندلس کے مشہور شہر اشبیلیہ میں پیدا ہوئے تھے عمر کا ابتدائی حصہ اندلس میں گزارا لیکن وہاں کے سیاسی انتشار کی بنا پر وہاں سے ہجرت کر کے بجایہ آگئے تھے اور اسی کو وطن بنا لیا اسی لئے بعض اوقات انہیں عبدالحق الجبائی بھی کہا جاتا ہے، حافظ ذہبیؒ جیسے مردم شناس بزرگ ان کے بارے میں ابن ابارؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وہ فقیہ اور حافظ حدیث تھے، حدیث اور اس کی علتوں کے عالم تھے، رجال حدیث کو پہچانتے تھے، زہد و تقویٰ، خیر و صلاح اتباع سنت اور دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ متصف تھے۔



سوانح حضرت حاجی عبدالواہاب صاحب

مرتب: مولانا ذوالکفل

استاد جامعہ دارالتقویٰ لاہور

قسط نمبر: 12

مجدد تبلیغ حضرت حاجی عبدالواہاب صاحب کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی ولی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑا اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط وار شائع کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

محرما: کیا اس وقت تک کہ آپ اپنی اتحادی قوت پیدا کر سکیں گے، آپ اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو تمام تمام ورطات سے محفوظ رکھ سکیں گے اور تمام اتحادی قوت پیدا ہو جانے کے بعد بھی آپ قوم اور

اشخاص کو اس ملک میں نجات کے رستے میں گامزن کر سکیں گے، ذرا سوچئے!

اس کے بعد دوسرا سوال یہ پیش آتا ہے کہ آیا آپ کی مسلم قوم کو صرف ایک ہی راستے پر لایا بھی جاسکتا ہے، جب کہ آپ کے پاس مجبور کرنے والی کوئی قوت نہیں ہے، جب کہ ہر ایک آزاد ہے اور ہر ایک عقل اور ہمت، قوت ارادہ دوسرے کے تابع ہونے کو قبول نہیں کرنا چاہتا، ہمارے پاس بجز وعظ و نصیحت و ارادہ طریق و رہنمائی کوئی چیز ہے جس سے سب کو راہ پر لاسکیں۔ اگر ایک طرف مغربیت نے اپنا فریضہ بنایا ہے، تو دوسری طرف مشرقیت اپنا ڈورا ڈالے ہوئے ہے۔ ایک طرف شیعیت کا دور دورہ ہے، تو دوسری طرف قادیانیت کا، تیسری طرف خاکساریت کا، چوتھی طرف عدم تقلید کا، وغیرہ وغیرہ ہر ایک اپنی عقل کو ارسطو اور افلاطون سے بالا سمجھ رہا ہے، پھر اس کی سبیل کیا ہے، سیاسی افکار ایک نہیں ہیں، انتظامی خواہشات جدا جدا ہیں، اغراض و خود ستائی کا وہ غلبہ ہے کہ الامان والحفیظ۔

باایں ہمہ جمعیت نے جو نصب العین اور دستور اساسی پیش کیا ہے اور جس طرف وہ مسلم قوم کو بلا رہی ہے کیا وہ یہی نہیں ہے، پھر بتلائیے کہ کیوں وہ ناکام ہے اور کیوں آپ کا طوفان ملامت اس کی طرف امنڈ رہا ہے۔ آپ اس کے دستور اساسی کو ملاحظہ فرمائیے۔

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیت نے غیر مسلم کو قائد اور امام بنایا ہے، وہ مستقل ادارہ ہے، جو بات بھی کانگریس یا دیگر سیاسی جماعتیں اختیار کرتی ہیں، اس کو جمعیت کے ارباب حل و عقد اپنی مشعل ہدایت کے سامنے لا کر جو کہ قرآن و حدیث و فقہ سے بنی ہوئی ہے، غور و فکر کرتے ہیں اور صحیح چیز کو اختیار کرتے ہیں، غیر صحیح کو رد کر دیتے ہیں، جمعیت مسلمانوں کے سامنے اس کو نہ پیش کرتی ہے نہ خود عمل کرتی ہے، اس کے ریکارڈ کو جانچئے ایسے متعدد واقعات اور پروگرام آپ پائیں گے، جن کی نہ صرف عدم موافقت جمعیت کی طرف سے ہوئی ہے، بلکہ مخالفت اور سرگرمی بھی عمل میں آتی رہی ہے۔

جمعیت ان امور سیاست اور آزادی کی جدوجہد میں صرف اشتراک عمل کر رہی ہے، کسی غیر مسلم جماعت یا غیر مسلم قائد کی آنکھ بند کر کے تابعداری نہیں کر رہی ہے۔ اشتراک عمل اور چیز ہے اور اقتدار و تابعیت اور چیز ہے، یہاں نہ تو غیر مسلم کا اقتدار پایا جاتا ہے، نہ اس کی امداد و اعانت پائی جاتی ہے، یہ ایسا ہی

ہے کہ جیسے لاہور جانے والی سڑک پر دو شخص مسلم اور غیر مسلم ایک گاڑی میں چل رہے ہیں اور قزاقوں اور چوروں اور راہ کے گم کرنے سے ہر ایک دوسرے کا تحفظ کر رہا ہے اور بس ایسی صورت میں امامت مفروضہ کہاں پائی جاتی ہے اور اس کا الزام کہاں تک صحیح ہے، احوال حاضرہ کو جانچ کر کوئی حکم کیجئے؟

میرے محترم، نماز جیسی قطعی اور لازمی چیز ہے، احوال سے متبدل ہوتی رہتی ہے۔ حالت اقامت اور حالت سفر کی نمازوں میں کس قدر تفاوت ہے، حالت صحت اور حالت مرض کی نمازوں میں کتنا بون بعید ہے، معذور اور غیر معذور کی نمازوں میں کس قدر فرق ہے؟

احوال کے تبدل سے روزہ، زکوٰۃ، حج، وضو وغیرہ سب ہی متبدل ہوتے رہتے ہیں، کیا آپ آج ہندوستان میں حکومت الہیہ کا حکم رجم زانی کے لیے قطع ید سارق کے لیے، اسی کوڑوں کا حکم شراب خور اور قاذف کے لیے، قصاص اور ودیعت کا حکم قاتل کے لیے، قطع ایدی وارجل کا حکم قزاقوں اور باغیوں کے لیے، جو کہ قرآن میں منصوص ہے، جاری کریں گے اور کیا اس دار الحرب میں اور موجودہ احوال میں یہ جاری ہو سکتے ہیں اور کیا ہم پر ان کا اجراء ان احوال میں فرض ہے یا نہیں، کیا ملیہ کے کھانے اور شراب کے پینے، خنزیر کے گوشت کے احکام اکراہ اور اضطرار کی حالت میں ویسے ہی رہتے ہیں، جیسے کہ طوع و اختیار یا غیر اضطرار میں تھے، کیا اگر کوئی اضطرار یا اکراہ ملجی کی حالت میں ان چیزوں کو اختیار نہ کرے، اور قتل ہوئے تو گنہگار نہ ہوگا، اس قسم کی سینکڑوں نہیں ہزاروں نظیریں شریعت میں پائی جاتی ہیں، سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا نہیں جاسکتا۔

کیا جناب رسول اللہ ﷺ کا عبد اللہ بن اریقظ دلی کو بوقت ہجرت اپنا رہبر بنا نا، جب کہ کفار جان کے درپے تھے، اس پر روشنی نہیں ڈالتا، وہ جس راستہ پر سب کی نجات سمجھتا تھا لے جاتا تھا، آپ اس کے ساتھ تھے اور اتباع کرتے تھے، اس پر اعتماد کئے ہوئے تھے۔ وہ رہنما تھا اور راہوں سے واقف تھا، ہجرت فرض تھی، پھر اس رہنمائی اور اتباع اور اس رہنمائی اور اتباع میں کیا فرق ہے؟ بدرقہ کہہ کر اس کو ٹال دینا قرین و عقل و انصاف کیونکر ہو سکتا ہے۔

مدینہ منورہ میں پہنچ کر جناب رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ سے حلف لیا اور مشرکین سے جنگ جاری رکھی حدیبیہ میں مشرکین سے صلح کی اور یہود سے جنگ کی، کیا ان میں ہمارے لیے روشنی نہیں ہے، ہم

ہرگز اس کو رو انہیں رکھتے کہ احکام شرعیہ میں ادنیٰ سا بھی تغیر کیا جائے، اور کسی غیر مسلم یا مسلم کی قیادت کے ماتحت کوئی بھی شرعی حکم چھوڑا یا بدلا جائے اور اسی وجہ سے جمعیت العلماء کا قیام ہر زمانہ میں ضروری اور لازم سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے واجب جانتے ہیں کہ اس کی ہدایت پر عمل کریں، ہاں یہ بھی ہم ضروری سمجھتے کہ احکام شرعیہ میں ماہرین کا غور و خوض ہو اور اپنی پوری قوت دماغی اور عملی سے کام لے کر مسلمانوں کی رہنمائی کی جائے جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں۔

جمعیت نے آخر تک یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے، وہ نہ قوت باطل سے دب کر کوئی تغیر احکام میں کرتی ہے، نہ آج تک اس نے کی ہے اور نہ وہ کسی طمع اور لالچ میں آ کر کسی کی مدائنت کرتی ہے، نہ اس نے آج تک کی ہے، ناواقفین شریعت اپنے اپنے خیال کے مطابق، تنقیدات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے رہے ہیں، مگر انہوں نے مراکز رسالات علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کب معاف کیا تھا، جو آج ان سے کوئی امید کی جائے، والسلام۔

میری معروضات سابقہ سے آپ خود سمجھ جائیں گے کہ مسلم جماعتوں کا آپس کا اختلاف، خود رانی، خود غرضی، نفس پروری، خود بینی، اور عدم اتباع شریعت اور حکومت وقت کی تفرقہ اندازی، لیڈروں کی ہوس اقتدار کی وجہ سے ہے، جس کو تجربے ہی سے بھانپا جاسکتا ہے۔

افسوس ہے کہ اخلاص وللہیت بہت ہی کم یا عنقا ہے۔ دعوے بہت ہیں، الفاظ بہت زیادہ ہیں، حقیقت اور معنی تقریباً مفقود ہیں۔ بھولے بھالے لوگ دھوکوں میں آئے ہوئے ہیں۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، یکم محرم ۱۳۶۱ھ

اس خط سے جہاں حضرت مدنی کی تبحر علمی، وسعت نظری اور مسلمانوں کی نظریاتی، حدود کی حفاظت کے احساس کا پتہ چلتا ہے وہیں حاجی عبدالوہاب صاحب کی گہری سوچ اور شروع ہی سے تلاش حق اور امت کا درد بھی جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔

جوانی کے زمانے سے ہی حضرت مدنی سے تعلق کا اثر تھا کہ مسلمانوں کی اجتماعی حالت اور اصلاح معاشرہ کی فکر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ پڑھائی کے دوران بھی اپنے ساتھیوں کو نماز کی

تلقین فرماتے رہتے تھے اور جب مولانا الیاس صاحبؒ کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ لوگوں کو نمازی بناتے ہیں تو فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر اخیر دم تک انہی کے ہو رہے۔

جب حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے باقاعدہ تبلیغ کا کام شروع فرمایا تو اس زمانے کے جن اکابرین نے اس کام کی تائید فرمائی ان میں سردست حضرت مدنیؒ ہی تھے۔

حضرت حاجی صاحب تبلیغ میں لگنے کے بعد بھی حضرت مدنیؒ سے متعلق رہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کبھی حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھ سے فرماتے: حضور.....! کہاں سے آنا ہوا.....؟ میں عرض کرتا کہ تبلیغ سے آیا ہوں۔

حضرت مدنیؒ حضرت حاجی صاحب سے کارگزاری سنا کرتے تھے کہ کہاں گئے تھے۔ کس گاؤں میں تشکیل ہوئی تو پھر حاجی صاحب تفصیلاً احوال سنایا کرتے یہاں تک کہ بستوں کے نام اور وہاں کے باسیوں کے نام تک بتا دیتے کہ اس بستی میں فلاں سے اور اس بستی میں فلاں سے ملاقات ہوئی۔

حضرت مدنیؒ کی حضرت حاجی صاحب سے یہ محبت دیر تک رہی اخیر زمانہ میں جب حضرت مدنیؒ اپنے سیاسی مشاغل میں مصروف ہو گئے تو ملاقات اور کارگزاری کے احوال وغیرہ بھی نسبتاً کم ہو گئے۔



تصانیف: حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالواحد صاحب[ؒ]

تبصرہ: مفتی شعیب احمد صاحب

دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ہدیہ فکر اور تنظیم فکر ولی اللہی

مطبوعہ: مکتبہ قاسمیہ، لاہور (۱۴۲۲ھ)، صفحات: ۴۴

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ایک عبقری (Genius) شخصیت کے حامل تھے، ان کا اخلاص اظہر من الشمس اور ملت کے لئے قربانیاں ناقابل فراموش ہیں، انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے افکار اور کتب کی تفہیم و توضیح میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا، ان کی یہ خدمات حضرت شاہ صاحب کی تحریرات سے استفادہ کرنے والے حضرات پر بڑا احسان ہیں۔ تاہم اس سب کے باوجود یہ بات بھی حقیقت ہے (وجہ کچھ بھی ہوئی ہو) ان کی فکر و فلسفے میں کچھ خطرناک قسم کی غلطیاں بھی در آئیں، انہی غلطیوں کو سینے سے لگا کر ”تنظیم فکر ولی اللہی“ کے نام سے ایک تحریک بھی وجود میں آگئی۔

بڑی شخصیت کی علمی غلطی اگر صرف تحریروں میں رہے تب بھی قابل نقد و گرفت تو ہوتی ہی ہے، تاہم جب وہ کسی جماعت کی فکر میں شامل ہو جائے تب اور زیادہ اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی اس قسم کی علمی غلطیوں کی نشاندہی فرمائی اور یہ بات عملاً ثابت کی کہ اہل حق عالم کا قلم جیسے اغیار کی غلطیوں اور تحریفات پر حرکت میں آتا ہے، ایسے ہی اپنوں کو بھی محض اپنا ہونے کی وجہ سے نظر انداز نہیں کرتا اور کرے بھی کیسے کہ یہ اس قلم کو سونپا گیا فریضہ ہوتا

ہے۔ اپنی پسند ناپسند کی تو بات ہی نہیں، بات شریعت کے اصولوں کی ہے۔ انہی اصولوں کے ساتھ شریعت کی حفاظت اور ہماری شناخت قائم ہے۔

داستان عبرت (مفصل)

مطبوعہ: دارالامین، لاہور، صفحات: ۷۲

سعودی عرب میں مقیم ایک بدعتی عالم شیخ محمد علوی مالکی نے ایک کتاب لکھی ”مفہیم بجمع ان تصحیح“ جس میں بدعتی عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ صوفی اقبال صاحب نے ان سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا، دوسرے خلیفہ مولانا عبدالحفیظ کی صاحب نے اس کتاب پر علمائے برصغیر کی تقاریظ حاصل کیں اور تیسرے خلیفہ حافظ صغیر صاحب (احسان مسجد، راجگڑھ، لاہور) کے صاحبزادے مولوی انیس صاحب نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا۔ دوسری جانب ایک اور خلیفہ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی صاحب نے ”اکابر کا مسلک و مشرب“ رسالہ لکھ کر مسلک علمائے دیوبند کو مشتتبہ بنانے کی کوشش کی، انہوں نے ان نادان کوششوں کی خبر لینا ضروری تھا۔ چنانچہ لی گئی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے علوی مالکی کی تحریرات کا جائزہ بھی لیا اور ہزاروی صاحب کے رسالے کا بھی محاسبہ فرمایا۔ پھر اس سے آگے بڑھتے ہوئے حافظ صغیر صاحب کے ایک خطرناک فلسفے ”صاحب سرنبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی بھی خبر لی، یہ سارا مواد متفرق مضامین اور چھوٹے چھوٹے رسائل کی صورت میں تھا، ابھی اس کا مجموعہ ”داستان عبرت“ کے نام سے مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کی کتاب ”تحفظ عقائد اہل سنت“ میں یکجا کر دیا گیا ہے۔

جواب نفس

مطبوعہ: جامعہ دارالتقویٰ، مسجد الہلال، لاہور، صفحات: ۷۲

یہ کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں حضرت کے قلم نے انہوں کی اصلاح فرمائی ہے۔ کتابچے کی ابتدا میں حضرت نے لکھا ہے:

”حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب سے ہماری پرانی شناسائی ہے، چند دن پہلے اتفاق سے ان کی

کتاب ”امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعہ کربلا“ نظر سے گزری، اس پر حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ [اور دیگر حضرات] کی تقریظات ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری کئی سال حضرات اہل بیت کے دفاع میں اور ان کے مناقب پھیلانے میں گویا وقف کئے ہوئے تھے، اس میں شک نہیں کہ حافظ ظفر اللہ صاحب نے اس پہلو سے بھی اپنی کتاب میں بہت کچھ لکھا ہے جو قابل قدر ہے، لیکن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعہ کربلا کے حوالے سے وہ جاہد حق پر ثابت قدم نہ رہ سکے اور کچھ قابل اعتراض ایسی باتیں لکھ گئے جن کی ان سے قطعاً توقع نہ تھی۔

الحمد للہ ہم اہلسنت کے عقیدے کے مطابق یزید کو فاسق سمجھتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقدام کو جہاد سمجھتے ہیں، بغاوت نہیں، اور حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سمیت تمام اہل بیت کے مناقب کے قائل ہیں۔ ہمیں خیال ہوا کہ جناب حافظ صاحب کی غلطیوں کو واضح کر دیں، یہ وہ غلطیاں ہیں کہ اگر حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مدظلہ (باب العلوم کہروڑپکا) کی توجہ ان کی طرف دلائی جاتی تو وہ کتاب میں سے ان کے اخراج کا حکم ضرور دیتے۔ ہم جناب حافظ ظفر اللہ صاحب سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ کتاب پر نظر ثانی کریں گے اور کتاب کے اگلے ایڈیشن میں ان سے اور ایسی تمام باتوں سے اجتناب کریں گے۔

یہ چند باتیں ہم نے ایک غیر رسمی تحریر کے ذریعے جناب حافظ صاحب کو حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم بھائی رضوان صاحب کے ہاتھ بھجوائی اور ہم ابھی ان کی جانب سے غیر رسمی جواب کے انتظار میں تھے کہ اتنے میں ہمیں خلاف توقع چھپے ہوئے کتابچے کی صورت میں ”اقرار مودت“ کے نام سے حافظ صاحب کا جواب ملا، ہمیں حیرت ہوئی کہ جب ہم نے ابھی اپنے اعتراضات شائع ہی نہیں کیے تو جواب چھاپنے کی کیا ضرورت تھی.....!“

حضرت نے اصل کتاب اور پھر اپنی غیر رسمی تحریر کے جواب ”اقرار مودت“ کو سامنے رکھ کر باتوں کا جواب دیا۔ افسوس کی بات یہ ہوئی کہ حافظ صاحب نے بجائے اپنی باتوں پر نظر ثانی کرنے کے قدم کچھ آگے ہی بڑھا دیے، حتیٰ کہ روافض کے لئے نہ صرف نرم گوشہ پیدا کر لیا بلکہ ان کی وکالت شروع کر دی۔ اگرچہ تنقید کسی شخصیت کے پس منظر میں ہوتی ہے مگر اصل چیز فکر ہوتی ہے۔

اسی پس منظر میں ان تحریرات کی اہمیت سمجھنی چاہیے۔ حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم پر کام کرتے ہوئے رض کے غلو سے بچنا بھی ضروری ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر کام کرتے ہوئے ناصیت کی حدود سے دور رہنے کی بھی ضرورت ہے۔ صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے امت میں پہلے سے دو انحرافات متعارف ہو چکے ہیں، انسان اعتدال سے ہٹ کر کوئی نیا کام نہیں کرتا بلکہ جادہ انحراف کے مسافروں میں ہی ایک نئے نام کا اضافہ کر لیتا ہے۔

دین کا کام کرنے والوں کے لئے چند ضروری باتیں

مطبوعہ: مکتبہ قاسمیہ، لاہور (۱۴۲۲ھ)، صفحات: ۷۴

یہ کتاب نہایت اہم کتاب ہے، اس لئے کہ نصیحت و خیر خواہی کے ساتھ اگر کوئی غلطی دکھائے تو اس سے بڑا محسن کوئی نہیں، انسان کے سر سے جب کہنے سننے والے اٹھ جاتے ہیں تو اسے گھنے سایہ دار درخت کے چھن جانے کا احساس ہوتا ہے۔ الحمد للہ ہمارے اکابر اہل علم جہاں دین کے علوم کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، وہیں خود اپنے اصاغر اور دین کا کام کرنے والے مخلصین کی باتوں پر بھی نظر رکھتے ہیں اور ان کی اصلاح کی مقدور بھرسعی فرماتے رہتے ہیں۔

ان بڑے حضرات کا مقصد کسی کام میں رکاوٹ ڈالنا نہیں ہوتا، بلکہ کام کو اچھے طریقے سے کرانا ہوتا ہے، ہر زمانے کے اکابر اس ذمہ داری کو نبھاتے آئے ہیں، ماضی قریب میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح انقلاب امت کی نوعیت کی تحریریں اسی فریضہ سے سبکدوشی کی صورتیں ہیں۔ زیر نظر کتابچہ بھی اسی جذبے کے ساتھ سپرد قلم کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت مصنف رحمہ اللہ پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

”الحمد للہ ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کو دین کی فکر ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دین پر آجائیں، اسی سے امید ہے کہ مسلمانوں کو ان کی عظمت رفتہ دوبارہ حاصل ہو جائے، غرض تو سب ہی کی بہت اچھی ہے لیکن اس کے لئے بعض کام کرنے والے جو تفصیلی فکر لوگوں کو دیتے ہیں اس میں افسوسناک حد تک کچھ سقم اور نقائص نظر آتے ہیں اور ڈر ہوتا ہے کہ دین کے تصورات میں یہ کوتاہی آگے چل کر کوئی اور ہی رنگ نہ دکھائے، اس لیے بنام خدا ہمت کر کے چند باتوں پر قلم اٹھایا ہے تاکہ فکر مند لوگ

اس طرف توجہ کریں اگر بات کو درست پائیں تو کوشش کریں کہ اصلاح احوال ہو سکے اور لوگوں میں غلط تصورات جڑ نہ پکڑ لیں۔

یہ باتیں ہم نے خوب اچھی طرح غور و فکر کر کے لکھی ہیں، پھر بھی اگر کوئی دلائل سے ہماری کسی غلطی کی نشاندہی کرے گا تو ہم اس کے ممنون ہوں گے اور انشاء اللہ اپنی غلطی کی تصحیح کریں گے۔“

دین کا کام دین کے اصول قربان کر کے تو ہوگا نہیں کیونکہ اگر ہوگا تو وہ کوئی اور ہی کام ہوگا دین کا کام نہیں ہوگا لہذا ارباب بست و کشاد کو اس چیز کا اہتمام کرنا چاہیے کہ کسی بھی کام، تحریک یا محنت کو شروع کرنے سے پہلے ان کی شرعی تطبیق اچھی طرح سوچ لیں اور ہر غیر شرعی کام کو وسیلہ کے طور پر بھی استعمال نہ کریں، کیونکہ ہم بہر حال نتائج کے مکلف نہیں ہیں، ہم سے احکام کے اتباع کا سوال ہوگا۔

☆.....

چند دیگر تحریرات

باضابطہ تصانیف کی فہرست میں وہ تحریرات بھی شامل ہیں جو ابتداءً الگ چھپی مگر پھر کسی دوسری تصنیف کا حصہ بن گئیں یا حذف و اضافہ کے بعد نئے نام سے طبع ہو گئیں یا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ طبع نہ ہوئیں۔ جیسے

○ شرح احادیث سبعہ اور تاریخ قرأت متواترہ: مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور (۱۴۲۱ھ)، صفحات: ۴۳..... (فقہی مضامین کا حصہ بن گئی)۔

○ مروجہ مجالس ذکر و درود کی شرعی حیثیت: مطبوعہ: ادارہ تعلیمات دینیہ، مسجد نمبرہ مزنگ، لاہور (۱۴۲۲ھ)، صفحات: ۴۰..... (فقہی مضامین کا حصہ بن گئی)۔

○ مروجہ اسلامی بینکاری: چند واجب الاصلاح امور: مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور، صفحات: ۴۸..... (فقہی مضامین کا حصہ بن گئی)۔

○ تین متفقہ مسائل کی تحقیق: مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور (۱۴۲۵ھ) صفحات: ۲۶..... (فقہی مضامین کا حصہ بن گئی)۔

○ ماٹی لیول مارکیٹنگ کا شرعی حکم..... (فقہی مضامین کا حصہ بن گئی)۔

○ طب اور ما بعد الطبیعات (Medicins Metaphysics): مطبوعہ: دارالتقویٰ ٹرسٹ، لاہور، صفحات: ۴۰..... (فقہی مضامین کا حصہ بن گئی)۔

○ ہدیہ جواب: مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام کراچی، صفحات: ۸۸..... (جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا حصہ بن گیا ہے)

○ جدید معاشی مسائل اور مولانا تقی عثمانی صاحب کے دلائل کا جائزہ: مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام کراچی، (۲۰۰۸ء) صفحات: ۱۹۰..... (جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا حصہ بن گیا ہے)

○ بزناںس یادین و دنیا کا ناس: مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور، صفحات: ۴..... (دوبارہ طبع نہیں ہوا۔)

○ ذرا غور تو کیجیے: مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور، صفحات: ۱۶..... (دوبارہ طبع نہیں ہوا)

○ توہین رسالت کا مسئلہ اور عمار خان ناصر: مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ، کریم پارک لاہور (۱۴۳۳ھ)، صفحات: ۶۲..... (عمار خان کا نیا اسلام کا حصہ بن چکا ہے)

○ مقام عبرت: عمار خان کے نظریات پر نقد: مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ، کریم پارک لاہور



آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء والتحقیق

سوال: مفتی صاحب! زید نے ایک دکاندار سے فریج خریدا، فریج کی قیمت 28000 روپے تھی۔ زید نے دکاندار سے کہا کہ میں زکوٰۃ کا مستحق ہوں یہ 22000 لے لو اور 6000 زکوٰۃ کی مد میں چھوڑ دو۔ دکاندار نے بل 28000 کا بنایا اور 22000 لیے اور فریج دے دیا۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟۔

جواب: زکوٰۃ ادا کرنے کا مذکورہ طریقہ درست نہیں۔ درست طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ دکاندار چھ ہزار (6000) روپے اس مستحق شخص کو دے دے اور پھر اپنے فریج کی قیمت میں وصول کر لے۔
توجیہ: سودا مکمل ہونے کے بعد گاہک کے ذمے چھ ہزار دین ہو گئے تھے اور دین کی رقم میں زکوٰۃ کی نیت کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

(فتویٰ نمبر: 223/15)

زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی زکوٰۃ کے مال سے کسی کو مکان دلوادے یا بنوادے اور یہ شخص صاحب نصاب نہ ہو، کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور آمدنی

تقریباً 35000 روپے ہے اور مقروض بھی ہے، شادی شدہ ہے، چھ بچے ہیں۔ کیا شریعت کی رُو سے اس شخص کو مکان خرید کر دینا درست ہے؟

جواب: مکان کے ضرورت مند مستحق زکوٰۃ شخص کو زکوٰۃ کی رقم سے مکان خرید کر دینا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(فتویٰ نمبر 15/209)

سوال: لوگ میت کو رکھ دیتے ہیں چہرہ کھول دیتے ہیں اور سارے لوگ لائون میں کھڑے ہو کر آخری دیدار کرتے ہیں، کیا یہ عمل سنت مبارکہ ہے یا رسم و رواج؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بعض اوقات آخری شکل تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ خاکہ ساری زندگی ذہن میں رہ جاتا ہے۔

جواب: میت کا چہرہ دیکھنا یا دکھانا فی نفسہ ایک جائز عمل ہے، اگر اس کی وجہ سے کوئی خرابی لازم نہ آتی ہو تو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، خرابی کی ایک صورت یہ ہے کہ محض اس عمل کی وجہ سے جنازے یا تدفین میں تاخیر کی جائے، البتہ اگر جنازے کا وقت طے ہو اور اس کے انتظار میں چہرہ دیکھ لیا جائے تو حرج نہیں، تاہم جنازہ ہو جانے کے بعد چونکہ چہرہ دیکھنے سے تدفین کے عمل میں تاخیر ہوتی ہے اس لیے ایسے موقع پر اس سے اجتناب کرنا چاہیے اسی طرح قبر میں رکھنے کے بعد چہرہ دیکھنے دکھانے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف (ج 2 ص 100) میں ہے:

عن أبي هريرة يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال أسرعوا بالجنازة فإن تك صالححة فخير تقدمونها إليه وإن تك سوى ذلك فشر تضعونه عن رقابكم فتأوى محمودية (ج 9 ص 79) میں ہے

سوال: قبر کے اندر یا قبر کے باہر قبرستان میں مردہ کا چہرہ دکھلانا کیسا ہے شرع میں اس کی کیا اصلیت ہے؟

جواب: شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں یہ اہتمام کہ بعض جگہ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کھول کر چہرہ دکھلایا جاتا ہے بے اصل ہے شریعت میں اس کی کوئی تاکید نہیں کفن بند لگا دینے کے بعد چہرہ کھولنا مناسب نہیں بسا اوقات آثار برزخ شروع ہو جاتے ہیں جن کا احناء مقصود ہے۔ (فتویٰ: 83/15)

سوال: جنازہ کے بعد 2، 3 بار میت کے ارد گرد کھڑے ہو کر دعا مانگی

جاتی ہے کیا یہ سنت ہے؟ اگر نہیں تو کیا دعا میں شامل ہو جائیں تو ثواب ملے گا؟

جواب: نماز جنازہ کے بعد اور دفنانے سے پہلے میت کے ارد گرد کھڑے ہو کر دعا مانگنا احادیث

مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں بلکہ فقہائے کرام نے اس عمل سے منع کیا ہے اور اس کو بدعت لکھا ہے۔ چنانچہ مرقاة المفاتیح (ج 4 ص 170) میں ہے:

لا يدعوا للمیت بعد صلاة الجنازة لا يشبه الزيادة في صلاة الجنازة. وفي البرازیه علی الهندیة (80/4) لا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة.

امداد الفتاوی (ج 1 ص 195) میں ہے:

(فتویٰ: 48/15)

سوال: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب: قال فی حاشیة مالابدمنه وبعد سلام برائے دعا ایستادن هم نشاید بلکه در

حمل جنازہ مشغول شونند، والاصل فیہ ان الصلاة علی الجنازة وضعت للدعاء فلامعنی للدعاء بعد الدعاء فلا یصح القیاس علی الصلوات المكتوبة، وایضاً فذلک لم ینقل عن السلف۔

پس نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا کرنا بھی بدعت ہے اور رفع یدین دعا کے ساتھ ہی ہے تو وہ بھی

(فتویٰ: 193/15)

قابل ترک ہے۔

تعزیت کا مسنون طریقہ

سوال: ایک مسئلہ میں شرعی رہنمائی کی درخواست ہے۔ ہمارے گاؤں میں اور یہاں لاہور میں

یہ طریقہ چلتا ہے کہ جب کوئی فوتگی ہوتی ہے تو جنازہ سے پہلے میت ابھی تک گھر میں ہوتی ہے کہ لوگ تعزیت کے لیے گھر کے بڑے کے پاس آ کر بیٹھتے ہیں اور اس موقع پر وہاں ایک قاری صاحب بیٹھے ہوتے ہیں، وہ قرآن پاک کے کچھ حصے کی تلاوت کرتے ہیں، اس کے بعد دعا کرواتے ہیں، اسی طرح کبھی ایک ایک کبھی ایک سے زیادہ بھی لوگ آتے ہیں اور تلاوت دعا کے بعد چلے جاتے ہیں۔

1- کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ ہم اس کو ایک رواج کے طور پر کرتے ہیں، دین کا لازمی حصہ نہیں سمجھتے، لیکن تلاوت کا ایصال ثواب بظاہر میت ہی کو کرتے ہیں۔ بعض اوقات قاری صاحب نہ ہوں تو آنے والا خود ہی تلاوت کر کے دعا کر لیتا ہے۔ ہمارے علاقے کے معتبر علماء بھی یہی طریقہ اپناتے ہیں، اس لیے ہمیں اس پر کوئی اشکال نہیں ہوا یہاں پر بعض لوگوں کے توجہ دلانے پر یہ بات پوچھ رہے ہیں اگر یہ طریقہ نہیں اپناتے تو تعزیت کے لئے اور بھی کئی طریقے ہیں کس کو اختیار کیا جائے؟ کیا ہم اس کو اپنے علاقے کا عرف سمجھ کر اس پر عمل کرتے رہیں؟

جواب: تعزیت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اہل میت کو تسلی دی جائے اور ان کے لیے دُعا یہ کلمات کہے جائیں۔ دُعا یہ کلمات میں یہ کلمات کہنا بھی مسنون ہیں:

أعظم الله أجرک و أحسن عزائک و غفر لمیتک.

اس کے علاوہ جو بھی تعزیت کا طریقہ مروج ہو اسے ترک کرنا چاہیے اور سنت طریقے پر عمل کرنا چاہیے۔

فتاویٰ شامی (3/137) میں ہے:

وبتعزية أهله وترغيبهم في الصبر. في الشامية: وله: (وبتعزية أهله) أي تصبيرهم والدعاء لهم

به.... قال في شرح المنية: وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لا يفتن، لقوله عليه

الصلاة والسلام: من عزى أخاه بمصيبة كساها الله من حلال الكرامة يوم القيامة... والتعزية أن

يقول: أعظم الله أجرک، وأحسن عزاءک، وغفر لمیتک فقط واللہ تعالیٰ اعلم (استفتاء نمبر: 185/15)

سفر کی قضا نماز اور سفر کی حالت میں سنتوں کا حکم

سوال: 1- گزارش ہے کہ سفر میں جو قصر نماز ہوتی ہے اگر وہ سفر میں ہی قضا ہو جائے اور قضا

کرنے سے پہلے ہی آپ اپنے شہر واپس آ جائیں تو قضا نماز قصر پڑھیں گے یا پوری؟

2- دوسری بات یہ ہے کہ سفر میں قصر نماز ہوتی ہے۔ اس کے اندر سنتیں نہیں پڑھی جاتیں۔ اگر

پھر بھی کوئی سنتیں یا پوری نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ کیا سفر میں فجر کی سنتیں پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: 1- جو نماز سفر میں قضا ہو جائے مقیم ہونے کے بعد بھی اس کی قضا قصر ہی پڑھیں گے۔
2- سفر میں اگر کسی جگہ آدمی ٹھہرا ہو تو سنتیں پڑھنی چاہئیں اور اگر سفر کر رہا ہو تو سنتیں چھوڑنی چاہئیں البتہ فجر کی سنتیں سفر کے دوران بھی پڑھنی چاہئیں۔ سفر میں فرض نماز ہر حال میں قصر ہی کرنی ہے جان بوجھ کر فرض نماز پوری پڑھنا جائز نہیں۔ فی رد المحتار

ولذا يقضى المسافر فائتة الحضر الرباعية اربعا ويقضى المقيم فائتة السفر ركعتين. في الهنديّة
ومن حكمه ان الفائتة تقضى على الصفة التي فات فيقضى مسافر في السفر ما فاتته في الحضر
من الفرض الرباعي اربعا والمقيم في الإقامة ما فاتته في السفر منهار ركعتين۔ فی الدر المختار: 2/603
فلو اتم مسافر ان قعد في القعدة الاولى تم فرضه ولكنه اساء لو عامدا التاخير وترك
واجب القصر۔

صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوب القول ابن عباس رضی اللہ عنہ ان اللہ فرض علی
لسان نبیکم صلاة المقيم اربعا والمسافر ركعتين وفي الشامی تحت قوله (وجوبا) فيكره
الانتمام عندنا حتى روى عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال: من اتم الصلاة فقد اساء وخالف السنة۔

مجمع الانهر 1/239

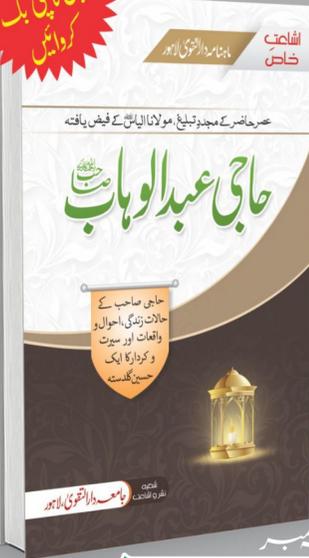
واختلفوا في ترك السنن فقیل هو الترك ترخصا وقیل الفعل تقربا وقیل الفعل نزولا والترك
سير او المختار الفعل امانا والترك خوفا لانها شرعت لاكمال الفرض والمسافر محتاج اليه
وتستثنى منه سنة الفجر عند البعض وقیل سنة المغرب. فقط واللہ تعالی اعلم (فتویٰ نمبر: 7167)

اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تو کب پڑھیں

سوال: اگر فجر کی دو سنت جماعت سے پہلے نہ پڑھ سکیں اور غالب گمان ہو کہ سورج نکلنے کے بعد
کسی مشغولیت کی وجہ سے نہ پڑھ سکوں گا، تو کیا طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا جائز ہے؟ سعودی عرب میں
لوگ عموماً پڑھتے دیکھے جاتے ہیں۔

آج ہی
اپنی کاپی بک
کروائیں

صرف
500/-

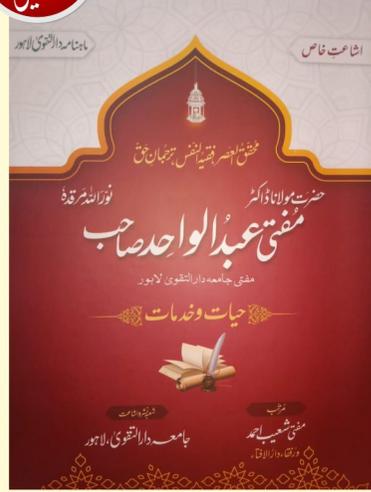


اوقات کار
صبح 1 تا 2 تا عصر

0304-4167581

آج ہی اپنی کاپی
بک کروائیں

چھپ کر آگئی ہے



صرف/600

رابطہ نمبر

0304-41675

صبح 8 تا 12 تا عصر

اوقات کار

ہر ماہ بات عسگری سے شائع ہونے والا

تریبی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی
موثر تشہیر کے لئے ماہنامہ دارالتقویٰ کا انتخاب کریں



کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر

روزانہ حدیث کا سلسلہ جاری ہے
آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔



روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے TAQWA
پر لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔

☎ 042-37414665
www.darultaqwa.org

darultaqwa.online@gmail.com
/jamiadarultaqwa

متصل جامع مسجد الہلال چوہدری پارک ملتان روڈ لاہور



مرکز مسجد الہامال کے قریب تقریباً تین کمال کاپارٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جہاں وسیع و عریض بلڈنگ تعمیر کی جائے گی اور ماہانہ رکنوں و دیگر شعبہ جات قائم کئے جائیں گے
احباب سے تعاون کی درخواست ہے

دارالافتاء پاکستان

MODERN ARCHITECTURE & INTERIORS

MODERN ARCHITECTURE & INTERIORS

MIB

گلشن راوی براچی

پراجیکٹ نمبر: 159

اکونٹ نمبر: 1001820660001

اکونٹ نمبر: 159

DARUL TAQWA TRUST: 1001820660001

159